لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ

لیکن بند دلوں کو کھولنا اس کا کام نہیں

مسلمانوں کو شکوک شبہات اور الحاد و بے دینی سے بچانے کے لئے جو تدبیر ہمارے حکمائے متکلمین نے اختیار کی، وہ بھی اپنی جگہ پر ایک چیز ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض علوم زمانہ کے ذریعہ مسلمانانِ زمانہ کو زمانہ کی غلطیوں سے بچا کر یقین و اذعان کی منزلِ مقصود تک پہونچانے کی یہ تدبیر نہیں، متکلمین کے علاج سے یہ ہو سکتا ہے کہ بیماری کے کچھ عوارض زائل ہو جائیں، لیکن اس سے صحت کا درجہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جس زمانہ میں ہوا، روم و مصر و شام و ایران میں یہ فلسفیانہ علوم اور الٰہیات کے یہ شکوک و شبہات پورے موجود تھے لیکن اس کی اصلاح علم کلام کے ایجاد سے نہیں کی گئی بلکہ قوتِ ایمان اور حُسنِ عمل کی زندہ مثالوں نے انکے شکوک و شبہات کے پردوں کو چاک کر دیا، تعلیم یافتگانِ نبوت جہاں پہونچے، سیدھی، سادی اور بے کج و پیچ خدائی منطق جو قرآن کی صورت میں تھی، اور اسوۂ رسول جس کے وہ خود نمونہ تھے، یہ دو چراغ ان کے ہاتھ میں تھے، جن کو لے کر وہ آگے بڑھتے گئے اور تاریکی کا پردہ چاک ہوتا گیا، صحابہؓ کے دور کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا دور آیا، ان کے زمانہ میں ہذیل، علاف، نظام اور جاحظ وغیرہ متکلمین بھی تھے، مگر تاریخ بتا سکتی ہے کہ اسلام کی ہدایت کا سرچشمہ کس رُخ سے بہتا رہا اور دینِ اخلاق کی خشک زمین کس سے سیراب ہوتی رہی، یہی صورت اس دور کے بعد بھی رہی،

شیخ الرئیس بوعلی سینا اور حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ ایک زمانہ میں تھے، مگر روحانی ہدایت کہاں سے ملی؟ اور حضرت ابوسعید کا حکیم مشرق بوعلی سینا کو یہ فرمانا اب بھی صادق ہے "آنچہ تو می گوئی من می دانم و آنچہ می دانی من می بینم" دوسرے ملکوں کو چھوڑیے صرف اپنے ملک کو دیکھئے، یہاں خیالی اور شرح مواقف پر حاشیہ چڑھانے والوں نے کتنے دلوں کو منور کیا اور چشت و سہروردی کے خانوادوں نے اپنے نور باطن سے لاکھوں قلوب کو روشن کر دیا،

بات یہ ہے کہ علم کلام صرف معترضوں کی زبان کو بند کرنا سکھاتا ہے لیکن بند دلوں کو کھولنا اس کا کام نہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی (حیات شبلی)

تعلیم القرآن

[illegible]

عبادت

وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (حج ۱۰) اور اپنے رب کو پوجو۔

خدا کے آگے اپنی عاجزی کا ظاہر کرنا اور اس کے حکموں کو بجا لانا عبادت ہے! آدمی کیسا ہی اچھے سے اچھا کام کرے لیکن اگر اس کا مقصد اپنی بندگی کو ظاہر کرنا اور خدا کی خوشنودی نہیں ہے تو وہ عبادت نہیں ہے!

اس سے معلوم ہوا کہ کسی اچھے کام کو عبادت میں داخل کرنے کے لئے پاک اور سچی نیت کا ہونا ضروری ہے، تم اگر اپنی شہرت کے لئے کسی کو لاکھوں روپیہ دے ڈالو، تو وہ عبادت نہیں ہے، لیکن خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے چند کوڑیاں بھی کسی کو دو تو یہ بڑی عبادت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کام کا ثواب نیت پر ہے!

جس طرح عبادت کے لئے اچھی نیت کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو۔ قرآن میں ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ تو اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے سکھایا۔

اگر کوئی اچھے سے اچھا، اچھی سے اچھی نیت کے ساتھ کیا جائے لیکن وہ خدا اور رسول کے بتائے ہوئے طریقہ سے الگ ہے تو وہ عبادت نہیں ہے۔

صحابہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ سخت قسم کی عبادت کریں، حضورؐ نے ان کو روکا اور فرمایا کہ میں یہ شریعت لیکر نہیں آیا۔

نماز

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (روم ۴) اور نماز کو کھڑی کرو

اسلام کی عبادتوں میں نماز کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے، جب تک مسلمان کے ہوش و حواس درست ہیں وہ نماز نہیں چھوڑ سکتا ہے، قرآن میں سو مرتبہ سے زیادہ اس کا حکم اور ترغیب آئی ہے، نماز میں سستی اور کاہلی نفاق اور اس کا چھوڑ دینا کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ قرآن میں ہے کہ جو نمازی اپنی نماز میں غفلت برتتے ہیں، ان پر پھٹکار ہو! کافروں سے پوچھا جائے گا کہ تم دوزخ میں کیوں ہو، وہ کہیں گے کہ ہم بے نمازی تھے!

نماز، آدمی کو بے حیائی سے روکتی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھ کی ٹھنڈک کہا ہے! حضورؐ نے فرمایا کہ نماز دین کا کھمبا ہے، جس نے نماز پڑھی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کو ڈھا دیا۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو شہید کرنے کے لئے ان پر خنجر سے حملہ کیا گیا، اسی رات کی صبح کو فجر کی نماز کے لئے جب ان کو جگایا گیا تو بولے ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، آپ نے اسی حالت میں نماز پڑھی، حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کربلا کے میدان میں تھے۔ دوستوں اور عزیزوں کی لاشیں سامنے پڑی ہوئی تھیں دشمن چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت آگیا، آپ نے دشمنوں سے کہا کہ وہ اتنا موقع دیں کہ میں ظہر کی نماز پڑھ سکوں،

ایک صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، باغ پھلوں سے لدا ہوا تھا، ان کی اس پر نظر اٹھ گئی، دل بہٹ گیا، مگر جیسے ہی نماز کا خیال آیا تو دل میں شرمندہ ہوئے کہ دنیا کے مال نے ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے، اس وقت انہی کی خلافت تھی، اتنا کہا کہ یہ باغ جس نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا ہے خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ خود نماز پڑھیں اپنے بیوی بچوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کریں، دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے، ان وقتوں کے نام یہ ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر، اکیلے اور گھر میں نماز پڑھنے کے بجائے مردوں کو مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئیے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کی نماز کی بہت تاکید کرتے تھے، فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ جو لوگ جماعت میں نہیں آتے ہیں ان کے گھر کے چاروں طرف لکڑی جمع کر کے آگ لگا دوں!

عورتوں کو گھر ہی میں نماز پڑھنا اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات برس کی عمر سے تم نماز شروع کرا دو، اگر نہ پڑھے تو دس برس کی عمر سے مار کر شروع کرا دو! ہر اچھی بری عادت اسی زمانہ سے پڑنی شروع ہو جاتی ہے، اس لئے بچوں کی یہ سب سے بڑی عادت بھی اسی زمانہ سے ڈالنی چاہئیے، تاکہ بڑے ہو کر یہ عادت پوری طرح جم جائے۔

اس کا خیال رکھو کہ نماز پورے سکون اور اطمینان سے پڑھو، جلدی نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! نماز کی چوری کیا ہے؟ فرمایا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرنا اور خشوع نہ ہونا!

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا بھی نہ چاہئیے، حدیث میں ہے کہ جب بندہ نماز میں ادھر ادھر دیکھتا ہے تو خدا فرماتا ہے۔ کدھر دیکھتا ہے؟ کیا میرے نزدیک مجھ سے بھی اچھی کوئی چیز ہے تو میری طرف دیکھ، دوسری دفعہ بھی خدا یہی فرماتا ہے تیسری دفعہ جب پھر بندہ ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے تو خدا اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے۔

زکوٰۃ

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ (بقرہ ۱۰) اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے، اگر وہ ضرورت سے زیادہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ اس میں سے ایک خاص حصہ کو، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا ہے بلکہ پاک اور برکت والا ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ تو آدمیوں کا میل ہے۔ یعنی یہ ان کے دل کے تمام میل اور گندگی کو چھانٹ کر پاک و صاف بنا دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی سونے چاندی کی زکوٰۃ نہیں دیتا ہے قیامت میں اس کے مال کی تختیاں بنا کر اس کی پیشانی اس کی پیٹھ اور پہلو کو داغ دیا جائے گا مال کو سانپ بنا دیا جائے گا، وہ سانپ اس کو ڈستا رہے گا۔ جو لوگ جانوروں کی زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں ان کے جانور قیامت میں ان کو کاٹتے اور روندتے ہوں گے۔

زکوٰۃ کے سوا جب بھی موقع ملے آدمی، صدقہ اور خیرات ضرور کرے، حضرت ابوبکرؓ معمولی بازار میں مزدوری کرتے تھے اور جو کچھ ملتا تھا اس کو اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے حاکم تھے۔ پانچ ہزار درہم وظیفہ تھا، جب یہ رقم ملتی تو خیرات کر دیتے اور خود چٹائی بن کر کھانے پینے کا سامان پیدا کرتے تھے۔

روزہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ مسلمانو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔

سال بھر میں ایک مہینہ رمضان آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مسلمان اس مہینہ میں روزہ رکھیں، روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دن بھر کچھ کھائیں پئیں نہیں، زبان سے بری بات نہ نکالیں، دوسری قسم کی بری چیزوں سے بچیں۔

اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ روزہ رکھنے سے پاکی پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ روزہ دوزخ سے بچانے کی چیز ہے! فرمایا۔

صحابہ کو روزہ رکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ جب معلوم ہوتا کہ گھر میں کھانے کو نہیں ہے، تو کہتے کہ میں آج روزہ سے ہوں۔

صحابی عورتیں اس قدر روزہ رکھتی تھیں کہ ان کے شوہروں کو تکلیف ہوتی تھی۔ تو حضورؐ نے حکم دیا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کو چاہئیے کہ خوب باتوں سے بچے، اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے یا گالی دے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو بھی خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی اچھی ہے۔

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

[illegible]

فی پرچہ اندرون ہند مع محصول ڈاک، سالانہ ۱۲ روپے، ششماہی ساٹھ روپیہ(؟)
فی پرچہ ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک،
بحری ڈاک سے، ایک پاؤنڈ سٹرلنگ
ہوائی ڈاک سے، امریکہ، کناڈا اور یورپین ممالک، ۳ پاؤنڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید ممالک، ۲ پاؤنڈ
پاکستان: ۳۰ روپیہ
بنگلہ دیش: ۱۵ روپیہ

جلد نمبر ۱۴ | ۲۵ جولائی ۱۹۷۷ء —— ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ | شمارہ نمبر ۱۸

اسحٰق جلیس ندوی

روحانی بحران اور اس کا علاج

گذشتہ سال کمبھ میلے کے موقع پر روحانی سکون کی تلاش میں آنے والے غیرملکی سیاحوں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی۔ ان دنوں ایک ایرانی شہزادے کی ہندوستان آمد، کمبھ میلے میں شرکت، اور یہاں کے تیرتھ استھانوں اور رشیوں مہارشیوں سے ملاقات اور درشن کا ذکر بھی اخبارات میں آتا رہا، اور ایرانی شہزادے نے اپنے انٹرویو میں یوگا اور تپسیا کے ذریعہ روحانی سکون حاصل ہونے کی شہادت دی تھی۔

لبنان کے باہر یوروپ کے مشہور دروزی رہنما کمال جنبلاط یوگا پر عامل، سبزی خور اور ہندو فلاسفی کے قائل تھے۔ وہ اپنے کو گاندھی جی کا روحانی چیلا کہتے رہے۔

ان کے قتل نے انہیں مہلت نہ دی ورنہ وہ امن و سکون کی تلاش میں ہندوستان کی تیرتھ یاتراؤں کے درشن اور جگت گرو اور مہارشی کے چرنوں کو چھونے کے لئے یہاں آنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔

رابطہ عالم اسلامی کے جلسے میں کویت کے نمائندے نے گذشتہ سال اس مسئلہ کو بڑی فکر و تشویش کے ساتھ اٹھایا تھا کہ کویت اور بعض عرب ممالک میں مہارشی کی "روحانی تحریک" اور یوگا کے مراکز کے قیام کا رجحان ہے ــــــ ادھر چند سالوں سے مغربی ممالک اور امریکہ میں بھی مہارشی کی "روحانی تحریک" کا بڑا شہرہ ہے۔ امریکہ اور یوروپ کے شہروں میں ہرے راما ہرے کرشن کا بھجن گاتے ہوئے، گیروا لباس پہنے، مالائیں گلے میں ڈالے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹولیاں کوئی نئی بات نہیں رہی۔ جنیوا میں مہارشی کی تحریک نے ایک یونیورسٹی بھی کھول رکھی ہے۔ اس تحریک کا دعویٰ ہے کہ اس کے روحانی مشوروں پر عمل کرکے انسان سکون حاصل کرسکتا ہے اور دل و دماغ کی ژولیدگی اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

اس تحریک سے مادیت سے تھکے ہوئے مغربی ممالک کے انسان کا متاثر ہونا تعجب خیز نہیں لیکن حیرت اور تشویش اس پر ہے کہ بعض مسلمان بھی اس سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی نے بھی اس مسئلہ میں اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے کہ کہیں یہ تحریک مسلمانوں کو ان کی دینی روایات سے دور نہ لے جائے۔

مادہ پرست تہذیب کے علمبردار ممالک میں اس تحریک کا کامیاب ہونا قرین قیاس ہے۔ یوروپ صنعتی ترقی اور مادی سربلندی کے بعد سکون کو کھو بیٹھا، اس کا فطری رد عمل یہی ہونا تھا کہ وہ ان مسرتوں کی منزل کو پانے کے بعد حقیقی مسرتوں کی تلاش میں سرگرم سفر ہو ... [illegible] ... اور میدان میں ترقی کی معراج پا جانے تک ساری [illegible] روحانیت کی ویرانی دور کرنے کے لئے وہ مہارشی کے دروازے پر دستک دینے پر مجبور ہے۔ [illegible] زندگی کی تلخی اور باطن پر توجہ مرکوز کیا ہے [illegible] زندگی کی تمام تر [illegible] ... کے دامن میں پناہ ڈھونڈھ رہا ہے [illegible] ایک غیر متوازن سوسائٹی کی تشکیل کا سبب بنا۔ [illegible] روح و مادہ، دین و سیاست [illegible] ... حقیقت بندہ سے کام لے کر یوروپ کے مفکرین اگر اسلام کا مطالعہ کرتے تو انہیں روحانی آسودگی زندگی کے اثبات کے ساتھ مل جاتی۔

زندگی کی نفی اور [illegible] ... تحریک مسلمانوں میں بھی اس طبقہ کو متاثر کر رہی ہے جو

سائنس و فروغ کمال میں نقطۂ عروج کو پہونچ چکا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ کہ اس تحریک نے جس دھرتی میں جنم لیا ہے اور اس تحریک کے بانی جس دیش کے باسی ہیں یعنی ہندوستان یہاں کے مسلمان ان تحریکوں اور ان کے داعیوں سے متاثر ہونا تو درکنار ان کے نام تک سے آشنا نہیں۔

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ پر ایمان رکھنے والی ملت کے افراد روحانی سکون اور قلبی اطمینان کے لئے کیا کسی غیر قرآنی نسخہ کو بھی کیا اثر یا موثر سمجھ سکتے ہیں؟ اگر ذکر الٰہی طمانیت قلب کے لئے الٰہی ضمانت ہے تو پھر اسے ترک کرکے کسی خود ساختہ عمل کے ذریعہ سکون کے حصول کے اسباب کیا ہیں؟ اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر جس درجہ کا یقین ہمیں ہونا چاہئے وہ حاصل نہیں، یا شفاخانۂ نبوی کے نسخوں کے استعمال کا طریقہ اور سلیقہ بتلایا ہوا ہم فراموش کر بیٹھے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ یہ نسخے ...... ہمارے غلط استعمال اور بدپرہیزی کی وجہ سے بے اثر ہو گئے ہیں۔

ہمیں اپنا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ کہیں ہمارا ذکر، ہماری نمازیں، ہماری عبادت، ہمارا دینی شعائر پر عمل بے روح، بے کیف اور بے جان تو نہیں ہو گیا ہے۔ ہماری وہ خشوع و خضوع والی نماز جو فلاح کی ضمانت تھی، جو فحشاء اور منکر کے لئے ڈھال بن جاتی تھی، جس میں ہم مالک کائنات کو دیکھ لیتے تھے یا کم از کم اس یقین و شعور کے ساتھ ادا کرتے تھے کہ مالک کائنات ہمیں دیکھ رہا ہے۔ وہ نماز جس کی لذت ہمیں ایسے محو کر دیتی تھی کہ ہمیں اپنے جسم کے زخم اور اس کی تکلیف و درد کا احساس باقی نہیں رہتا تھا، ہماری وہ نمازیں جو نہ صرف ہمارے وجود کو روحانی سرور و سرشاری بخشتی تھیں بلکہ غیر بھی جسے دیکھ کر متاثر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے ــــ دنیا کے جس خطے، جس علاقے، جس شہر، جس بستی اور جس محلے میں ایسی نمازوں کے عمل مفقود ہیں وہاں اسلامی تعلیمات بے اثر ہو کر رہ گئی ہیں ــــ جہاں روح سے خالی یا برائے نام رسمی اور ظاہری تعلق رہ جائیگا، ہم میں وہ چاشنی بلالی روح مفقود ہوگی تو نتیجہ وہی برآمد ہوگا جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے پاس وہ روحانی قدریں اور ایسی روحانی شخصیتیں ہیں جو انسانی دلوں کو پاکیزگی، گرمی، سوز، مسرت اور روشنی عطا کر سکتی ہیں۔ کاش ہم خود ان سے مستفید ہوتے اور دنیا کو ان سے روشناس کراتے۔ کاش ہمارے یہاں ایسے افراد اور تنظیمیں نہ ہوتیں جو احسان اور کیفیت کے حصول کے ذرائع کو "عجمی سازش" اور "عجمی تصوف" قرار دیتیں، یہی بات [illegible] کی زبان میں ان اقتباس پر ہم ختم کرتے ہیں، "شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات"۔

مہارشی "بھاونا" اور "تاملات" (MEDITATIONS) سے متاثر نظر آتا ہے اور اس نے صوفیا کے مراقبہ تک بھی اپنی رسائی حاصل کرلی ہے، یہ مراقبہ ہی ہے جسے صوفیا نے ہر زمانے میں [illegible] قرار دیا ہے۔ صوفیا کا یہ دعویٰ کہ ذکر اللہ انسانی دلوں کو لطیف جذبات اور کیفی مسرتوں سے نوازتا ہے ان کے ذاتی تجربات پر مبنی ہے، اسی تجربے نے جنید بغدادی کی زبان سے کہلوایا تھا:

"اگر بادشاہ وقت کو پتہ چل جائے کہ صبح دم مجھے نماز کس لطف و سرور سے نوازتی ہے تو وہ مجھ پر حملہ کر دے" لیکن افسوس ہے کہ ذکر خدا اور مراقبہ آج ہماری نظر میں عجمی سازش بن گئے ہیں، اب کس سے کہیں کہ ہم نے ان سے قطع تعلق کرکے کیا کھویا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب مذہب سیاست بن جاتا ہے تو پھر وہ خدا کو ایسی سطح پر اتار لاتا ہے جہاں اس کا تصور انسانی دلوں کو گرمی نہیں دیتا، ہمیں اپنی روحانی اقدار کا از سر نو احیاء کرنا چاہئے، ذکر خدا اور مراقبہ جیسی بلند روایات سے آج بھی ویران دل و دماغ کو آباد کیا جا سکتا ہے۔

ماہِ رمضان المبارک

اور

اس کی برکات

از: جناب مولانا محمد منظور نعمانی صاحب

شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ

اس مبارک مہینہ کی سب سے بڑی اور اصولی فضیلت تو یہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ اس میں اللہ کا مقدس کلام اور آخری پیغام نازل ہوا جس نے ہمیشہ کے لئے نجات کی راہ اور حق کے راستہ کو روشن کر دیا اور جس کے ذریعہ لوگوں پر سعادت کے دروازے کھول دیے گئے۔ "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدیٰ والفرقان"۔

فی الحقیقت جب رحم اور حب بھیجنے میں اللہ پاک کا اتنا بڑا لطف و کرم اپنے بندوں پر ہوا ہو اس سے زیادہ معظم اور محترم مہینہ اور اور ہو بھی کون سکتا ہے۔ کسی عاشق مزاج سے پوچھئے کہ بتلاؤ کون دن اور کون زمانہ سب سے بہتر ہے وہ اگر جذبات عشق کا سچا رازدار ہوگا تو یہی کہے گا جس دن اور جس زمانہ میں محبوب کی نظر کرم میری طرف متوجہ ہو اور وہ مجھے خطاً اپنی دید یا ہمکلامی کا شرف بخشے یا مقام قرب ہی سے نوازے۔

خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے بر خورد از وصل یارے

اور اگر آپ اس سے یہ پوچھیں کہ بتلاؤ کون سی بستی اور کون سا شہر سب سے اچھا ہے؟ تو وہ یہی جواب دے گا کہ جہاں میرا محبوب بستا ہے عارف رومی نے کہا ہے ؎

گفت معشوقے بعاشق کے فتا
تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدام شہر زانہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

بہرحال رمضان مبارک کا سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ خدا کی نعمت کی آخری اور مکمل قسط نجات و فلاح کا دستور اور حیات ابدی کا قانون یعنی قرآن کی شکل میں اسی مبارک مہینہ میں نازل کی گئی یعنی اسی ماہ مبارک میں اس کا نزول شروع ہوا۔ اب احادیث میں اس مہینہ کی جو اور برکتیں وارد ہوئی ہیں وہ سب درحقیقت اسی بنا پر ہیں، یعنی ان برکتوں اور فضیلتوں کے ساتھ اسی مہینہ کو اسی واسطے خاص کیا گیا ہے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے اور چونکہ قرآن کا نزول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا، اور آپ ہی اس نعمت الٰہی کی پوری طرح قدر پہچاننے والے تھے اس لئے رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا احساس بھی آپ کو بے حد و حساب ہوتا تھا جس کا کچھ اندازہ آپ کے اس ارشاد سے کیا جا سکتا ہے کہ "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے"

(ترغیب و ترہیب بحوالہ ابن خزیمہ و بیہقی وابوالشیخ)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک خطبہ دیا آپ نے فرمایا۔

"اے لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کی نماز (تراویح) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا اور بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس افطار کرانے والے کو ثواب دیا جائے (بلکہ روزہ دار کو اپنے روزہ کا ثواب پورا پورا ملے گا) اس پر بعض حاضرین نے عرض کیا حضورؐ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس ثواب عظیم سے محروم رہیں گے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسّی یا چھوارے کے ایک دانہ پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر ہی کسی کو افطار کرا دے (یعنی پیٹ بھر کھلانے پر یا کسی اچھی چیز سے روزہ افطار کرانے پر موقوف نہیں۔

(اس کے بعد سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا) اس مہینہ کا ابتدائی حصہ باعث رحمت اور دوسرا حصہ باعث مغفرت اور آخری حصہ نار جہنم سے آزادی کا سبب ہے جو شخص اپنے غلام و خادم سے اس مہینہ میں کام ہلکا لے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیں گے اور اس کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیں گے۔ پس تم رمضان کے مہینہ میں چار کام زیادہ کیا کرو، دو وہ جن سے تم اپنے مالک کو راضی کر سکو گے اور دو وہ جن کی تم کو خود احتیاج ہے سو پہلے دو کام (جن سے اللہ کی رضا تم کو حاصل ہوگی) یہ ہیں کہ خدا کی وحدانیت کی شہادت دو اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت و معافی طلب کرو (یعنی کلمہ توحید اور استغفار کی اس مہینہ میں کثرت رکھو) اور دوسرے دو (جن کی تم کو ضرورت ہے) یہ ہیں کہ اس سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ اور جو شخص کسی روزہ دار کو اس مہینہ میں پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ (میرے) حوض (کوثر) سے ایسا سیراب فرمائیں گے کہ پھر جنت میں داخل ہونے تک اس کو پیاس نہ لگے گی"

(بیہقی ابن خزیمہ و بیہقی)

(ف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ مبارکہ میں جو باتیں ہیں ہم یہاں ناظرین کو ہر خصوصی طور سے توجہ دلانا چاہتے ہیں اور بعض اجزاء کسی قدر توضیح و تشریح کے بھی محتاج ہیں، اس واسطے ذیل کے چند کلمات معروض ہیں۔

(۱) اس خطبہ میں حضورؐ نے ماہ رمضان کو "شہر عظیم" اور "شہر مبارک" (یعنی عظمتوں اور برکتوں والا مہینہ) فرمایا ہے اور اس کی ایک رات (شب قدر) کو ہزار مہینوں سے بہتر بتلایا ہے (اور یہ تو خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے) بہرحال حضورؐ کے یہ دونوں ارشاد سرسری طور پر سن لینے یا پڑھ کر گذر جانے کے نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ اہل ایمان حضورؐ کے ان دونوں جملوں کی روشنی میں ماہ رمضان اور لیلۃ القدر کی عظمتوں اور برکتوں کا دھیان کریں اور اس پر یقین کو دل میں بٹھائیں۔ رمضان اور شب قدر کی برکات اور اس کی رحمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ دھیان اور یہ یقین شرط اول ہے۔

(۲) علی ہذا حضورؐ کا یہ ارشاد کہ اس ماہ مبارک میں نفل عبادات کا ثواب بھی اتنا کر دیا جاتا ہے مثلاً کہ دوسرے دنوں کے ستر فرضوں کے ثواب کے برابر کر دیا جاتا ہے، ضرورت ہے کہ دھیان کے ساتھ اس چیز کا یقین بھی دل میں بٹھایا جائے۔ اور اللہ کے اس خصوصی کرم پر پورا بھروسہ کیا جائے کہ اس ماہ مبارک میں مثلاً دو رکعت نفل نماز پڑھنے کا ثواب دوسرے دنوں کے دو رکعت فرض کی برابر اور دو رکعت فرض نماز کا ثواب دوسرے دنوں کی ۱۴۰ فرض رکعات کے برابر عطا فرمائیں گے ایسے ہی ذکر و تسبیح اور تلاوت قرآن وغیرہ عبادات کے متعلق سمجھنا چاہئے اور اسی پر مالی عبادات کو بھی قیاس کرنا چاہئے مثلاً جو شخص اس ماہ مبارک میں دس روپے زکوٰۃ کے نکالے گا یقین کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرمائیں گے جس قدر کہ دوسرے دنوں میں زکوٰۃ کے سات سو روپے نکالنے کا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی غریب محتاج کی کسی طرح مدد کرے گا، کسی مسکین، یتیم، بیوہ یا بیوہ پر اس مبارک مہینہ میں ترس کھائے گا اور اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے گا تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ اس نیک سلوک کا دوسرے دنوں کے حساب سے ستر گنا زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے علیٰ ہذا دین کی خدمت کا کام، مثلاً تبلیغ، اور لوگوں کو راہ خدا کی طرف لانے اور انہیں دینی امور کی تعلیم دینے اور ان کو بھلائی کی کوشش کرنے کا ثواب اور ثواب عام، وغیرہ سب اعمال کا یہی حال ہے یقین کرنا چاہئے کہ اس ماہ مبارک میں ان سب کا ثواب ستر گنا کر دیا جاتا ہے اور اس مہینہ میں بڑی رحمت و برکات کا اور ثواب میں یہ ستر گنا اضافہ کیا جاتا ہے۔

از جناب احمد سعید ایم۔ اے

جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو

حسب سابق لکھنؤ کی ادبی و ثقافتی روایات مثلاً قوالیوں، مشاعروں، شام غزل اور شام افسانہ کی طرح لکھنؤ میں شیعہ سنی مقابلوں کی روایت بھی اب تو بہت عام حاصل کرتی جا رہی ہے۔ جس پابندی اور جوش و خروش کے ساتھ یہ سالانہ مقابلے دھوم دھام سے ہوتے ہیں، اُن سے اب یہی اندازہ ہوتا ہے کہ لکھنؤ کی سابق دیرینہ روایت کی طرح جلد ہی ان مقابلوں کی قدر انگریزوں کے سامنے نمایاں ہوتی جا رہی ہیں۔ جس طرح کبھی شام اودھ لکھنؤ کے مشہور ترین حوالوں کی مانند تھی اسی طرح لکھنؤ کے شیعہ سنی مقابلے لکھنوی تہذیب و تمدن کا جزو سمجھے جانے لگے ہیں۔

لکھنؤ کے سالانہ شیعہ سنی مقابلے جیسا قدیم ہونا ہے ویسے ہی ان مقابلے اولمپک کی یاد دلاتے ہیں۔ آج کی دنیا کو یہ مقابلے کچھ ایسے جانتے ہیں کہ ہر چار سال کے بعد اولمپک کا انعقاد دور جدید کی ثقافت کا ایک جزو بن گیا ہے۔ ہر چار سال کے بعد یہ مقابلے کسی نہ کسی ملک میں ہوتے ہیں۔ معمولی کھیلوں کے علاوہ تیر اندازی، گھوڑ سواری اور تلوار بازی کے دلچسپ مقابلے بھی ہوتے ہیں تاہم ان اولمپک مقابلوں میں ہار جیت کے ساتھ ساتھ فریقین کو ذرا (sportsman spirit) کا بھی خیال رکھا جاتا ہے اور کسی شخص کے بجائے ان مقابلوں کا اہتمام ایک دوستانہ ماحول میں ہوا کرتا ہے۔ لیکن شیعہ سنی مقابلوں میں فریقین کے مابین منظم لوگوں کی تعداد پر ہار جیت کا انحصار تو ضرور ہوتا ہے لیکن ذرا (sportsman spirit) کا احساس نہیں بلکہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے جانی و مالی قربانیاں دی جاتی ہیں اور املاک کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان مقابلوں کا اہتمام پولیس کی لاٹھیوں اور گولیوں کے بغیر ہوتا ہی نہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام اودھ ایک شب میں جل جاتی ہے اور لکھنؤ

"لکھنؤ ہم پر فدا ہم فدائے لکھنؤ"

کی خاموش تصویر بن جاتا ہے۔

جس طرح اولمپک کی تاریخ لکھی جاتی ہے [illegible] کے بارے میں بھی سوالات شروع کر دے۔ جب لکھنؤ کی تاریخی عمارتوں، ادب و شاعری پر سوالات ہو سکتے ہیں تو لکھنؤ کی اس نئی روایت پر بھی امتحانات میں سوالات آنا کوئی بعید نہیں بلکہ اولمپک کی تاریخ کی طرح ان کو بھی جنرل نالج کی کتابوں میں جگہ دینی چاہئے۔ ان مقابلوں کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن اس کا ایک تعلیمی رخ بھی ہے کہ اب ہر شخص ان مقابلوں کی تاریخ جاننے کے لئے بے چین نظر آتا ہے یعنی کب، کہاں اور کیسے ان خونی مقابلوں کا آغاز ہوا۔

ہمارے گھر میں ایک بزرگ ماسٹر صاحب بچوں کو پڑھانے آتے ہیں۔ اور حسب دستور ان مقابلوں کے دوران شہر میں کرفیو لگا ہوا تھا۔ شام اودھ خاموش تھی، گلیاں سنسان، سڑکیں ویران پڑی ہوئی تھیں، ہر طرف پولیس کی لاٹھیوں اور گالیوں کی بے ہنگم آوازیں گونج رہی تھیں۔ ایسے پُر آشوب وقت میں ماسٹر صاحب ہانپتے کانپتے گھر میں داخل ہوئے۔ ماسٹر صاحب گھبرائے ہوئے اور ڈرے ہوئے تھے۔ اس وقت کرسی پر بیٹھ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگے۔ میں سمجھا کہ پولیس نے شاید ان کو دوڑایا ہے لہٰذا میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا: خیریت ماسٹر صاحب اس وقت کیسے؟ انہوں نے زبردستی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھینچنے کی کوشش کی۔ فلسفیانہ انداز میں بولے: "جی ہاں! بچوں کا امتحان نزدیک ہے اس لئے میں آگیا۔ اگر یہ آنے میں مجھ کو کوئی "حجت" ہوئی تو پولیس کی گولی یا پھر ڈنڈے کی لاٹھیاں بجائیں اور ہوتے [illegible]۔" میں ان کی اس فرض شناسی سے بہت متاثر ہوا اور ابھی میں اپنا شکریہ ادا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ یکا یک ان کا مخصوص لب و لہجہ میرے کانوں سے دوبارہ ٹکرایا۔

"بچوں کا امتحان: سیاسی مقابلوں کا" [illegible] ہے جب کہ دونوں مسلمان ہیں۔" میں نے پوچھا پھر یہ کب ہونے لگا؟" انہوں نے کہا "جلوس تبرّا اور مدح صحابہ [illegible]" ماسٹر صاحب بار بار میری طرف سوالیہ انداز میں دیکھے جا رہے تھے [illegible]

[illegible] کہ کس طرح ملکارا تھا چنانچہ میں نے خود ہی تاریخ اسلام کی ورق گردانی شروع کر دی، اور جو کچھ پایا وہ نہایت حیرت انگیز اور قابل افسوس تھا یعنی یہ کہ شیعہ سنی مقابلوں کی تاریخ کا تعلق مذہب سے قطعاً نہیں ہے بلکہ پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند سال بعد اقتدار کے لئے سیاسی رسہ کشی کا نتیجہ ہیں اور اس کے بعد ہر دور میں اقتدار حاصل کرنے والوں نے اور اسلامی اتحاد میں پھوٹ ڈالنے والوں نے ان سیاسی اختلافات کو مذہبی رنگ دے کر ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے بعد بھی جبکہ آدمی زمین سے نکل کر اپنے علم و آگہی کے ذریعہ چاند اور دوسرے سیاروں کی سیر کر رہا ہے ہم نام نہاد شیعہ سنی مسلمان پرانے و فرسودہ متنازعہ مسائل کی بنا پر ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں جس سے ملت اسلامیہ کا اتحاد روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے اور غیر مسلم بھی ہم کو نظر تضحیک سے دیکھتے ہیں اور اب وہ بھی ان مقابلوں کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا علم ہونے کے بعد آپ خود فیصلہ کریں کہ ان کی نظروں میں ہمارا کیا وقار ہوگا۔ اپنی اغراض کی خاطر ہم تاریخ تو گڑھ سکتے ہیں لیکن اُن سیکڑوں تاریخوں کا کیا ہوگا جو اب بھی اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں حقائق بکھیر رہی ہیں۔ اسکولوں، کالجوں کے نصاب میں داخل ہیں اور لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

یہ مقام افسوس ہے کہ آج محرم، جلسہ، بارہ وفات کے پہلے آتے ہیں، عوام میں خوف و ہراس پھیل جاتا ہے۔ مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں میں ایک ہی موضوع زیر بحث ہوتا ہے کہ گھر میں کم از کم ایک ہفتہ کا آٹا، نمک دال اور تیل کی دوسری چیزیں منگوا کر رکھ لو اب کی شہر میں بڑی کشیدگی پائی جا رہی ہے اب کی مقابلہ بڑا سخت ہے۔ غیر مسلم یہ سمجھنے لگے ہیں کہ شیعہ و سنیوں کو [illegible] آزادی ہے [illegible] اسلام کے مقدس مہینے ہی تو [illegible]

وجہ مقدس عمل گیا کہ ان کے آتے ہی عوام میں خوف و ہراس پھیل جاتا ہے۔ اس سکون کو برقرار رکھنے کے لئے حکومت کی اعانت ضرورت بھی آجاتی ہے۔ اسلام تو امن و آشتی کا علمبردار تھا اگر مذہب اسلام ویسا ہی ہے جیسا کہ محرم، جلسہ، بارہ وفات میں نظر آتا ہے تو ایسے مذہب کو سلام۔

مذہبی جنون کو بالائے طاق رکھ کر علم و آگہی سے کام لو اور اس اسلام کو اپنانے کی کوشش کرو جس کا قرآن اعلان کرتا ہے۔ پرانے و فرسودہ اختلافات کو بنیاد بنا کر سائنس اور ٹکنالوجی کے اس عقلی دور میں اپنی تخریب کاری و ہیبت سے مذہبی اقتدار کا مضحکہ مت اڑاؤ۔ کیا ایک دوسرے کا خون بہا کر عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو پریشان کر کے مکانات کو آگ لگا کر تاریخی حقائق کو بدل سکتے ہیں۔ مستقبل کا مورخ تم کو کس نام سے یاد کرے گا۔ یاد رکھو یہ قتل و غارت گری اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ تم دونوں اپنے مذہبی جنون کو پس پشت ڈال کر باہمی سمجھوتے کے لئے پیشقدمی نہ کرو گے۔ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد رونما ہونے والے حالات پر تنقید یا تنقیص اس زمانے کے عوام اور ماحول پر چھوڑ دینا زیادہ قرین عقل ہے۔ سیکڑوں برس پرانے واقعات کو اس بیسویں صدی میں بنیاد بنا کر انسانی خون سے ہولی کھیلنا اور معصوم بچوں، بوڑھوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانا عقل سلیم کے منافی ہے۔ آج دور جدید میں اجتماعی حیثیت سے جو مسائل ہم کو درپیش ہیں وہ ہماری توجہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ بقول شاعر

دیکھ اپنی ہے [illegible] کہ حسن زندگی
[illegible] ہے مستقبل میں ہے

اسلام کا نصب العین اور قربانیوں کا جائزہ

کسی اعلیٰ نصب العین کے حصول کی خاطر جانی و مالی نقصانات سے بے پرواہ ہو کر سب کچھ ہیچ کر دینے کو قربانی کہا جاتا ہے۔ اسلام کا نصب العین خالق و مخلوق کے درمیان رشتہ کو قائم کرنا تھا اس مقصد کے حصول کی خاطر اس نے عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت و عقیدۂ آخرت کا اعلان کیا جن لوگوں نے ان عقائد کو فکری و عملی طور سے قبول کیا ان کو مسلمان کہا گیا۔ مسلمانوں نے مخلوق کی حاکمیت سے انکار کر کے خدائے وحدہٗ لاشریک کو اپنا حاکم و خالق تسلیم کیا۔ علاوہ ازیں [illegible] اور [illegible] کے ظلم و خیالات سے [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

مکتوب امریکا

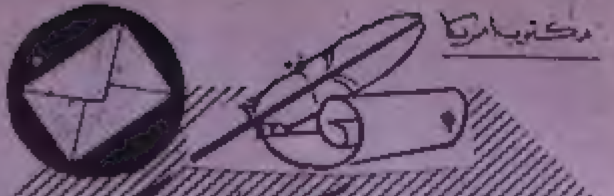

مسلمان ہی اس کام کو انجام دے سکتے ہیں

واشنگٹن ۲۶ جون ۱۹۷۶ء

برادر عزیز مکرم مولوی اسحق جلیس صاحب زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید ہے کہ آپ مع تمام اہل تعلق بخیر ہونگے۔ الحمد للہ حال عظم اور ہم بخیر ہیں، ہم لوگوں کے سفر کی تفصیلات تو آپ کو ان خطوط کے ذریعہ ملتی رہی ہونگی جو مولانا معین اللہ صاحب، دامنیخ اور محمد میاں سلمہا کو ماسر جی دغلا یا ہم نے لکھے۔

ایم۔ ایس۔ اے والوں نے کانفرنس کے بعد تقریباً پورے امریکا کا ایک دورہ کرایا جگہ جگہ تقریریں ہوئیں اور مختلف شہروں کو دیکھنے اور مختلف لوگوں سے ملنے کا خوب اتفاق ہوا، امریکہ، کناڈا کے ۱۵۔۱۴ مقامات دیکھنے کئی ہزار میل کا رقبہ طے ہوا، آج شہر واشنگٹن دیکھا بڑے شہروں میں یہی شہر رہ گیا تھا، واٹر گیٹ، وہائٹ ہاؤس، کانگریس کی بلڈنگ کیپیٹل اور عجائب گھر دیکھیں۔ کل یہاں کے مشہور اسلامک سنٹر میں ماسٹر جی علاؤ کی تقریر تھی، ماسر جی علاؤ نے قرآن مجید کی چند آیات کی روشنی میں فرمایا کہ امریکہ اس وقت تمدن اور طاقت کے بام عروج کو پہنچا ہوا ہے، قوموں اور ملکوں پر اثر انداز ہے اور نہ معلوم کتنے ملکوں کی ایسی مدد کرتا ہے کہ ان کی ضرورت اور حفاظت کا پورا سامان ہو جاتا ہے لیکن آج کوئی اس کا کوئی ممنون نہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ انسانی ہمدردی اور اس اخلاص سے عاری ہے جو آسمانی تعلیمات سے حاصل ہوتا ہے، اس کی سب امداد اپنے جاہ یا مادی نتائج و فوائد کے حصول کے لئے ہے اس لئے اس میں برکت نہیں اور انسانیت کو اس سے نفع نہیں، آج اس نے جو غیر معمولی ترقی کی ہے یہی ترقی خود اس کی تباہی کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس کی تاریخ میں متعدد مثالیں ہیں، ناشکری پر عظمت و اقتدار چھن کر دوسروں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جن کے متعلق خیال بھی نہ ہو، اس کی مثال مولانا نے ساسانی امپائر کے زوال اور عرب مسلمانوں کی طرف عظمت کی منتقلی سے دی۔

مولانا نے فرمایا کہ میں امریکہ کے مسلمانوں اور وہائٹ ہاؤس کے پڑوس میں کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں کہ امریکہ کو آج نبوت کی دی ہوئی تعلیمات کی ضرورت ہے وہ اس سے مطلق محروم ہے، ہم وسائل زندگی اور زمین میں ودیعت کی ہوئی دولتوں سے فائدہ اٹھانے اور ان کو ترقی دینے کے خلاف نہیں لیکن اس سب کے ساتھ خدا کے لئے احسانمندی اور خدا کے سامنے اپنی محتاجیت کا احساس اور ان نعمتوں پر اس کے شکر کے اظہار کی ضرورت ہے، اور یہ سبق اس کو آج صرف مسلمان دے سکتے ہیں، عیسائیت کی جھولی میں بھی وہ سبق نہیں ہے جو اس موقع پر کام دے سکے۔ موجودہ عیسائیت حضرت عیسیٰؑ کی نہیں سینٹ پال کی عیسائیت ہے اور اصلاً عیسائیت وہ دین بھی نہیں جو زندگی کے دنیا و آخرت دونوں پہلوؤں کو ایک ساتھ اپنی فکر کا موضوع بنائے، یہ دراصل اسلام ہے جو ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ سکھاتا ہے، یورپ امریکہ کو ان حوصلہ مند ملکوں کو اور یہاں کی قوموں کو اسلام کی ضرورت تھی، لیکن یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے ان کو اس کا پیغام نہیں پہونچایا، اسی ملک میں کولمبس آیا پھر یورپ کی قومیں پہونچیں اور خود یورپ میں مسلمانوں کے اسپین تک پہونچ جانے کے بعد کس قدر موقع آسان تھا کہ وہ دعوت کے مقصد سے پورے یورپ میں پھیلتے، امریکہ آتے اور اس راہ میں اپنی ذمہ داری پوری کرتے، یورپ و امریکہ کی ان ترقیات و تمدن کو اگر خدا کی معرفت اور اس کی اطاعت حاصل ہوتی تو ان کا یہ تمدن دنیا کے لئے کس قدر مفید تھا، بہرحال آج بھی مسلمان اپنی سمجھ سکتا ہے اور وہ اصل میں اسی کام کو انجام دے سکتا ہے۔

ماسر جی علاؤ کی تقریر اچھی اور موثر رہی اور پسند کی گئی، اس سے قبل بھی مختلف شہروں میں جو تقریریں ہوئیں ان سب کا خلاصہ تقریباً یہی تھا کہ اس ملک میں مسلمانوں کی بڑی ذمہ داری ہے اور یہاں خدا فراموشی کا جو ماحول بنا ہوا ہے اس سے اپنی حفاظت اور اپنی آئندہ نسلوں کی حفاظت ان کا سب سے اولین فرض ہے اگر یہاں آئے ہوئے مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کر سکے یہی نہیں بلکہ ان کے لئے یہاں رہنے کا جواز ہے ورنہ اپنے دین اپنی عبادات و روایات کو خطرہ میں ڈالنے کا کوئی [illegible]

ہوا وہیں خواہ اس ملک کے تقویٰ و مادی کی زندگی قبول کریں اور دولت و راحت کی زندگی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سیرت سے ہم کو یہی سبق ملتا ہے — تقریباً سب ہی تقریریں [illegible] زیر تحقیق ہوئیں [illegible] عرب اور امریکی مسلمان ہوتے تھے ہر تقریر کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی ہوتا تھا [illegible] سلسلہ میں جانا ہے خیال ہے کام ختم کر کے ان شاء اللہ [illegible] یہاں کے اور لوگ نہ آئیں۔ اگر [illegible] تو غالباً جولائی میں گذرے گا۔

امریکہ [illegible] میں ہر ترقی کی ہے اس کو [illegible] ہوتا ہے کہ امریکہ اس وقت سب سے بڑھا ہوا ہے [illegible] کے جو دولت خدا تعالیٰ نے اس ملک کو دی [illegible] دنیا کا کوئی ملک حاصل نہیں [illegible] استعمال میں ساری دنیا سے بڑھے ہوئے ہیں [illegible] اور [illegible] زندگی کے ہر پہلو میں داخل ہو گیا ہے [illegible] ساری دنیا [illegible] استعمال میں [illegible] ہندوستان [illegible] استعمال [illegible] واشنگٹن [illegible] امریکہ [illegible] زندگی [illegible]

[illegible] خلاف [illegible] ہیں [illegible] اسلام [illegible] والسلام

محمد رابع حسنی ندوی

بقیہ صفحہ ۳: جرأت آموز سبق

اس عقیدہ نے پہلی بار آدمی کو خود شناسی اور خود اعتمادی کے ماحول میں آنے کی دعوت دی، خدا شناسی خود شناسی اور خود اعتمادی و بناسے آدم کی وہ اعلیٰ خصوصیات ہیں جن کی بدولت خدا نے ان کو دنیا میں اپنی نیابت کا اعزاز عطا کیا ہے، اہل فکر و دانش جانتے ہیں کہ خود شناسی کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ خود اعتمادی ہے جس کا نمونہ آج ہم ماضی کے محیر العقول کارناموں کی شکل میں دیکھ رہے ہیں، قرآن نے متعدد بار انسان کو کائنات کے نشیب و فراز پر تجسس آمیز نگاہ ڈالنے کی دعوت دی۔

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے انسان کو پہلی بار آزادیٔ فکر کی طرف مائل کیا ہے، تاہم ایسی فکر سے منع بھی فرمایا ہے جس سے مخلوق خالق سے جدا ہو جائے اور انسانیت کے لئے خطرہ لاحق ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں جب عرب کے چند لوگوں نے اس عقیدہ کو فکراً و عملاً قبول کیا تو ان پر انسانیت سوز مظالم کئے گئے اور اپنے اس عقیدہ سے منحرف ہو جانے، اطاعت و رسالت کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تبعین پر جو مظالم کئے گئے تھے ان کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے اور ڈیڑھ ہزار سال کی مختصر عرصہ میں مسلمانوں نے اپنا نصب العین کے تحفظ کی خاطر ہر دور میں جن قربانیوں، مصائب و آلام کو برداشت کرنے کی مثال قائم کر دی ہے اس کی نظیر دوسری قوموں کی تاریخ نہیں ملتی ہے۔

لہٰذا ہم یہ کہتے ہیں حق بجانب ہیں کہ مسلمانوں کی تاریخ قربانیوں کی یکتا تاریخ ہے، غم اور خوشی آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے درمیان پروان چڑھنے والی اس تاریخ کا ہر واقعہ اپنی جگہ پر ایک سبق آموز داستان ہے جس میں بادِ نسیم کے لطیف جھونکے بھی ہیں اور ہواے تیز و تند کے تھپیڑے بھی، یہ سانحۂ آگرہ [illegible] رواں ہو جاتے ہیں خواہ وہ اصحاب رسول اللہ پر اسلام کی خاطر انسانیت مظالم کا دور ہو یا شہادت عمرؓ و عثمانؓ ہو یا شہادت علیؓ یا علیؓ ہو، شہادت حسنؓ یا حسینؓ ہو خواہ وہ ملیا ملی ہو یا ہندوستان میں خلافت کا خاتمہ یا ۱۹۴۷ء میں آجری اور سکھوں کے درمیان ہندوستان کی آزادی اور

اس کے بعد پاکستان کا قیام ہو یا حضرتو وسطی میں مصائب و آلام کا ایک لامتناہی سلسلہ ہو یا انگلو رمیل کا [illegible] ہو، ان میں خادم حرمین، شاہ فیصل کا دردناک قتل۔

نورانی کمبل پوش

از:- جناب عبدالکریم صاحب پاریکھ (ناگپور)

★

اللہ کے تمام نبی ایک تسلسل کے ساتھ دعوت توحید کی طلائی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ ان سب میں امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ایک مخصوص مقام رکھتے ہیں باوجود بشر اور بنی آدم سے ہونے کے وہ تمام انسانوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ بلکہ ملائکہ اور تمام مخلوق پر بھی آپ کو مقام علیا حاصل ہے الہام وکشف، وحی کا دروازہ انہیں پر آخری بار کھل کر ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید جیسا شاہکار میں علم و فن، عقل عامہ، بلیغ، صحیح کا ایک مدت دعوت سے بھرپور خزانہ باقی ہے، جو تمام انسانوں کو آج حاصل ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم اس خیر مستقل کی بجائے تمام بیزار ہو جائیں۔ اور ختم نبوت پر ایمان لائیں جہاں سلسلہ وحی الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔

انسانیت کا احتساب کرنے والا، شرک کو مٹانے والا، کفر کو ہٹانے والا، ستم ظریف قاہرین کو زیر زمین کرنے والا، خواہ کے لئے فیض عام کے دروازے کھولنے والا، اخلاق میں نکھار پیدا کرنے والا، بطر و غرور کا سر نیچا کرنے والا، بیچاریوں اور مظلوموں کی بیچارے انسانیت کو نجات دلانے والا، ساحل کے ناخداؤں کو دکھیوں کی مدد کے لئے ابھارنے والا، عیار و مکار و زبردست کو جو انسانی امن و سکون کو تار تار کرتی تھی، خاموش و مٹا کر بے عزت کر دینے والا، ہدایت کے ساکن آفتاب کو حرکت کرنے والا، موت و حقیقت کی سرحدوں کا تعین کرنے والا، [illegible] تحریر، اتفاق و نگرانی، دوستی و دشمنی سے بے نیاز، سے ایک دفتر [illegible] السلام، خطیب اعظم فرشتوں کی [illegible] کے قبل سے بھی زیادہ نورانی کمبل پوش سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت پر جس کا [illegible] انسانیت بیکار کیوں مستحق ہے کہ ایک بہتر اور سیچا [illegible] حصول ممکن ہو۔

یا ایہا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فآمنوا خیراً لکم وان تکفروا فان للہ ما فی السموٰت والارض وکان اللہ علیماً حکیماً۔

(اے انسانو! بلا شبہ تمہارے پاس یہ رسول برحق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس اس پر ایمان لاؤ اس میں خیر ہے اگر نہ مانو گے تو خوب جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے (تمہارا کچھ بھی نہیں) اور اللہ بڑا علم والا اور دانشمند ہے)۔

اس آیت کریمہ میں کئی اہم باتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رسول برحق خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ از خود اعلان نبوت نہیں کر دیا۔ بلکہ جب اللہ نے اس منصب پر آپ کا تقرر فرمایا تو تب ہی حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا ہے۔

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ۔ (۱۰ - یونس - ۱۶)

(اس کے قبل میں نے عمر کا ایک حصہ تم میں بسر کر چکا ہوں)۔

لیکن نبوت، رسالت، کتاب وغیرہ کا تذکرہ بھی [illegible] کوئی فیصلہ کر سکے یہ کام میں نے شروع کیا ہے؟ نہیں بلکہ خداوند عالم کے حکم کے تحت مجھے یہ فریضہ انجام دینا ہی پڑے گا۔ میں تو انتہائی [illegible] ہیں ڈر کر کمبل اوڑھ کر سو گیا تھا لیکن مجھے

یا ایہا المدثر قم فانذر و ربک فکبر و ثیابک فطہر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر و لربک فاصبر (۷۴ - المدثر - ۱تا۷)

(اے کمبل اوڑھ کر سونے والے کھڑے ہو جاؤ۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، گندگی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ زیادہ طلب کرنے کو کسی پر احسان مت کرو اور اپنے رب کی راہ میں صبر سے کام لو)۔

کا حکم سنا کر کھڑا کیا گیا۔ اب تم کو چار و ناچار یہ میری بات بہرحال ماننی ہے چاہے زندگی میں مانو چاہے مرنے کے بعد جبری طور پر مانو گے۔ لیکن اس وقت ماننا بیکار ہوگا اگر نہ مانو گے تو سمجھ کر دس

کائنات میں اوپر آسمان اور نیچے زمین جس کے نیچے اور اوپر تمہارا بسیرا ہے یہ تمہاری ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی ہے شیطان کی ناقص ترغیبات نے آج تمہیں رسوا کر دیا ہے۔ آج تم ابلیس کے محکوم ہو کر لیلیٰ دنیا کی زلفوں کے اسیر ہو اور مجنوں کی [illegible] کا فضلہ بنے ہو۔ لیکن کمبل تمہارا قصہ پارینہ ہو گا، تمہاری زندگی کا چراغ اچانک بجھ جائے گا۔ تمہارے جسم کا ساتھ چھوٹ جائے گا۔ اور اپنے حال سے سبق لینے کی بھی ترکیب نہیں ہوگی اور موت کا تیر ٹھیک نشانے پر لگ چکا ہوگا۔ تمہارا جسم بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ تب تمہاری آنکھ کھلی کی کھلی رہ جائے گی کہ واقعی زمین و آسمان کی کسی چیز حتیٰ کہ اپنے جسم کے اعضاء پر بھی ہمیں حق ملکیت حاصل نہیں تھا۔

لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ (۵۰ - ق - ۲۲)

(تو ان سب باتوں سے غافل تھا پس ہم نے آج تیرا پردہ ہٹا دیا آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے)۔

کسی گذرے ہوئے کے ماضی سے تم نے عبرت حاصل کی ہوتی۔ اپنی اس تیز رفتار اور ختم ہونے والی زندگی کی حقیقت کو جانا ہوتا۔ کہ موت کی دیوار کی طرح [illegible] ثابت ہوتی تو نبی پر ایمان لانا تم ضروری سمجھتے اور اس کی دعوت کا انکار تم کبھی نہ کرتے۔ حق کو پیش کرنے والا تمہاری تربیت کے لئے آیا کاش اس سے فائدہ اٹھایا ہوتا۔

اے انسانو!

یا ایہا الناس (اے انسانو)

کتنا پیارا خطاب ہے۔ طبقاتی کشمکش میں جکڑے ہوئے لاعلاج مریض [illegible] حق سے دشمنی کرنے والے ابلیس لعین کے پجاری، جو مذہب کا نام، غریب عوام کے ویران دلوں میں اعتقاد کا نام لیکر [illegible] کرتے ہیں۔ جن کا علم ان کی بد عملی کی وجہ سے [illegible] جو ہمیشہ اپنی عقل و عمل [illegible] سے محروم

کے دشمن بنے رہے، جو ہر روز نئے نئے معبود ڈھالتے رہے حق کو انسان کا پوشیدہ اعتقاد کی بجائے پرستش کرکے جنہوں نے مشرکین کے لئے [illegible] اور باطل حق کے فرزندوں کے جانے کھرا دئیے، عیار و مکار مذہبی پیشوا جنہوں نے حق پرستوں پر سنگین حملے کئے سادہ عوام کو [illegible] دے کر بے بس کر دیا۔ جو تاریخ کے لا حاصل تذکروں سے اپنی شرمناک شکست چھپاتے رہے، جو سادہ دل اعتقاد والوں کو مانند کنیز اپنے گھر کی لونڈی بنائے ہوئے تھے، جو شرک پر [illegible] اور استدلال کرتے تھے، اور پیچ دار باتوں کا تار عنکبوت عوام کے اذہان و دماغ پر [illegible] تھے۔ جو مذہب کے نام پر میوزک، گانے بجانے اور ناچ رنگ کے پجاری اور [illegible] رہے تھے ۔۔۔۔

جو شیطان کی پجاری

بساط اور اجڑی ہوئی سلطنت کی بقا کا ذریعہ بنے ہوئے تھے جو آئین عدالت کا [illegible] دیکر بادشاہی کیا کرتے تھے۔ خوب اور ناخوب کو اپنی پسند اور ناپسند [illegible] کرتے تھے۔ جو قدیم تصورات کے حسن و قبح کو جانے بغیر ان پرانے معیاروں کو جو جاہلیت کی پیداوار تھے قائم رکھنا چاہتے تھے۔ جو اپنی خلاف توحید زندگی کو باطل پرستوں کی بھیڑ میں بھول چکے تھے کہ یہ نفس پرستی کی ناک خراب کر دے گی، جو وحشی جانوروں کی طرح بے سہارا انسانوں پر ٹوٹ پڑتے تھے ان میں کچھ بے عمل شاعر بھی تھے جو پست اور گھٹیا مضامین کی اپنی شاعری میں مذہب کے نام پر لوگوں کو بہکا رہے تھے۔ جو بوس و وصل، دلبر سے خطاب، عتاب، لب، محبوب کا تصور، زلف، چہرہ اور چال ڈھال، معشوق کے دوپٹہ، قیس کا نام لے کر [illegible] قبر پرستی، وہم پرستی، بت پرستی بلکہ نفس پرستی پھیلا رہے تھے۔

حق کی للکار!

ایسے تمام لوگوں کو جس نے للکارا پچھاڑا۔ بس کیا تھا اللہ کے نبی کی آواز تمام الخبیث النفس زہریلے سانپوں کی طرح [illegible] تھا۔ اللہ کے نبی نے سب کے جڑ سے توڑ دئیے اور ان کی ناک میں نکیل ڈالی۔ تب [illegible] حق پرستوں کو عبرت عام عطا کی، [illegible] سے نجات دی۔ ایمان قوی اور عمل صحیح سے جماعت حقہ کو وجود میں لائے کر دشمنوں کو دور ہی [illegible] کی۔ جماعت [illegible] کو تازہ حکمت سے نوازا [illegible]

بعض زمین کے اوپر کی مختصر زندگی کے مقابل دار الخزار کی تفصیل بتائی۔ زور دار جرح کے مقابل حسین اور مجرب استدلال کا حسین دباؤ انسانیت پر ڈالا۔ اللہ کے کرم سے عام لوگوں کو سعادت کی پالیا ہے مجھ کا کے سایہ تلے ہر ایک کو سکھ چین نصیب ہوا۔

سبحان اللہ! اس بادیہ نشین کا مذہب عالم میں پھیلنے لگا۔ نعت نبوت اور نزول کلام ربانی کو کسی مخصوص نسل رنگ اور علاقہ کے پابند سے نکال کر میراث انسانیت بنا دیا۔ شخصیت پرستی کی تمام فساد پر شادی تھی۔ عملی لوگوں کا گروہ وجود میں لایا گیا۔ صحرا نشین امیّوں کو فطرت کا وہ آشنا بنا دیا جو کلام کرتے تھے، معانی متقل جلتے تھے، عمل خوب کرتے تھے، جو لکھے بیٹھے تو صدیاں بیتنے پر بھی ان کی تحریر کا نکھار اب تک بے نور نہیں ہوا۔

سخاوت اور عدل کی مذمت کرنے کرنے والے شکر ہیر گیئے اور بجو کے شریف تو شاد آج بھی اس نعمت نبوت کی ناقدری کرنے کی جرأت کریں گیں مگر خوب سن لیں کہ ان کے سامنے سکڑے ہوئے ہیں اور ایسے لوگ خدائی غضب کی مار میں گھر گئے ہیں جو معرفت بے کورسے ہیں۔ لیکن یہ بھی دریائے حیرت میں غرق ہیں کہ فساد جاہلیت کی سٹی پلید ہو گئی ہے اسے علم عالم بن گئے بے دور عمر بار والے ہو گئے۔ گرد شرار لوگ لطیف مزاج والے حقیقی علماء بن گئے۔

گدا نے بوریہ نشین تخت سلطانی پر مسند بچھانے لگے۔ علم کے ساکین نالا بوں میں پھیل پڑنے لگی۔ بنی آدم پر ابہام اترا۔ علم حقیقی کا نزول ہوا اور کلام ربانی میں قرآن مجید جس کا جزو حیات بنا اس کی عظمت زمین و آسمان پر قائم ہو گئی۔ آدمی سخت انسانی تجھ خود کو پہچان گیا۔ چراغ مفلس نہ توڑ گیا جعف قطعی ضابطے کے پابند بن گئے۔ جن کی نیت صاف نہیں تھی وہ ایماندار بن گئے۔ بچپا و دعا کر کر تیس و حصول کرنے والے بنانے فساد کو مضبوط کرنے والے حق گوئی میں یکتا ہو گئے۔ اور حق کی گرج و چمک سے غرور اپنی قائم کی ہوئی باطل بنیادوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ تمام حق پرست مشرک سہارہ نور بن گئے — الشعائی کیا کنجوہ بیر کی تفصیل سامنے دھی۔ جن کا قد جھوٹا تھا وہ عالم میں دراز قد مشہور ہو گئے یہ تمام تر تغیر و انقلاب اسی ایک مسیحا یار علی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے جو رسول برحق محمد رسول اللہ کہے جاتے ہیں۔ اللھم صلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

پس اس سراج ایمانی کے آجانے پر توحید کی آواز اور بلند کا دستور شرک زور ریا

ہو گیا۔ چاند کے بادہ پر فخر کئے والے یا اس کی پوجا کرنے والے سب بے بس ہو گئے۔ چمنستان وحدانیت میں بہار آ گئی۔ اللہ کی کتاب کھلے اور اوراق بس دکھنے لگی۔ گل بان خوب ہی عبارت گزار ہو گئے۔ اور وقت پڑنے پر میدان جہاد میں سورج باطن کے مقابل اپنی زندگی کے نقش و نگار کو بکھیرنے نکل آئے — شیطان کا گھمنڈ مٹی میں مل گیا۔ باطل کو چور چور کیا۔ حق غالب آیا۔ ہر انسانیت اپنے صحیح مقام پر آ پہنچی۔ علم کے دفتر کھلے لطف و مروت، حسین وعظ، دلکش استدلال حقیقی منطق سے اللہ کی بادشاہی کا تذکرہ ہونے لگا۔ منبر و محراب اللہ کی حمد و ثنا سے گونج اٹھے۔ حکمت ربانی کے اسرار کے موتی سطروں میں بکھیرے گئے۔ کائنات کے راز برملا فاش کئے گئے۔ حکایات شفا کے دفتر بند ہوئے۔ بے کیف و مبالغہ آمیز باتیں ختم کر دی گئیں۔ کتاب و سنت علم حقیقی کا پیغام لے کر دلوں میں جگہ پانے لگے — علم حق نے انسان کو بتا دیا کہ تو اول نطفہ تھا اور بعد میں مردار ہو گا۔ پھر جان پڑے گی پھر اٹھے گا اور خدا کی عدالت میں تیرا فیصلہ ہو گا۔ جہاں ابد الآباد کے لئے شریف مومن عزت پائیں گے جبکہ کمینے ذلیل و خوار ہوں گے۔ انہیں خوب خوب شرم و ندامت ہو گی مگر وقت نکل چکا ہوگا۔

آج کھرا سونا اور جھوٹے زیورات کا فرق کھل گیا۔ داعی حق نبی برحق محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صداقت کا معیار لیکر تشریف لائے۔ تلاش حق میں انسانیت کو آسانی ہو گئی۔ علم اور علماء کے جوہر کھلے۔ مردان باطن کے جوہر بھی بے نقاب ہوئے۔ دشمنان پامال ہو گئے۔ باطل کی زبان گنگ ہوئی۔ حق ضرب المثل ہوا۔ ضابطے اور قانون کے دائرے میں تمام انسان آزاد ہو گئے۔ بے دلیل دعوے بے قیمت قرار پائے۔ بدو الفقیر خوشحال ہوئے۔ دہقان کی توقیت قائم ہو گیا۔ اور دولت زرمبادلہ گھروں میں پھیل گئی۔ وہ غریب جن کی جان کے لالے تھے خوش حال ہو گئے سرمایہ دار زکوٰۃ و دیگر صدقہ بھی سوز بن گئے۔ حالات کے تازیانوں سے جو نیم خستہ حال تھے ممکن اور ناموں ہو گئے۔ جو بہادر لوگ الغزوہ عمل تھے شرک کی خباثت پر کمر بستہ کے ذریعہ لگائے تھی۔ انہیں کے مقابل عمل دھرم کرتے تھے پس غلطوں کو سیدھا ملا۔ اور غلام آزاد کئے گئے۔ اور پھر مکرم کئے گئے کہ تاریخ میں اعلیٰ درجہ پایا مشکل ہو گیا۔ بھولا دو ماننے کا جگر منہ کر دیا گیا۔

عالم اسلام
محب اللہ ندوی

ڈاکٹر حسین الذہبی کی قاتل جماعت

"التکفیر والہجرۃ" — کیا ہے؟

پچھلے دنوں مصر کی التکفیر والھجرۃ نام کی ایک انتہا پسند پارٹی نے سابق وزیر اوقاف ڈاکٹر حسین ذہبی کا اغوا کر لیا۔ اس پارٹی کا مطالبہ یہ تھا کہ اس کے ساٹھ افراد کو رہا کیا جائے جو مصر کی مختلف جیلوں میں ہیں اور انہیں دو لاکھ ڈالر دیا جائے۔ جب مصری حکومت نے ان کے مطالبات کو مسترد کر دیا تو پارٹی نے ڈاکٹر ذہبی کو قتل کر دیا ـــــ جیسا کہ مصری وزارت داخلہ کا دعویٰ ہے کہ مصری سرکل اور خفیہ پولیس نے دو رات کی تگ و دو کے بعد اس پارٹی کے مرکز اور صدر دفتر کا پتہ چلا لیا لیکن پولیس کے پہنچنے سے پہلے وہاں سے مرکزی ذمہ داروں کو کھسکا دیا گیا تھا۔ پارٹی کے دوسرے افراد کی گرفتاری اور دوسرے مرکزوں پر چھاپے کے علاوہ پارٹی کے لیڈر احمد مصطفیٰ شکری کو جو مصطفیٰ طٰہ کے لقب سے مشہور ہے، اس کے چند ساتھیوں اور بیوی کے ساتھ پارٹی کے تین ملین پر مشتمل ایک صدر دفتر پر گرفتار کر لیا گیا جب پولیس وہاں پہنچی تو پتہ چلا کہ اس نے پولیس کو غلط اور دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ پہچانے گئے تو چیختے ہوئے کہا ہاں میں ہی مصطفیٰ شکری ہوں اور میں نے ہی ڈاکٹر ذہبی کو اغوا اور قتل کرایا ہے۔ وہاں کی تلاشی میں بہت سے اہم ثبوت اور دستاویز ہاتھ آئے ہیں جس سے پارٹی کے عقائد، نظریات اور منصوبے کا پتہ چلتا ہے۔ گرفتاری کے وقت مصطفیٰ شکری کا حلیہ بدلا ہوا تھا اور ڈاڑھی بڑھائے ہوئے تھا۔

التکفیر والھجرۃ کیا ہے؟ ہندوستانی پریس نے عام طور پر اس پارٹی کو ایک مسلم انتہا پسند پارٹی کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ حالانکہ مصر کی موصول شدہ اطلاعات سے ان کے جن عقائد و نظریات اور سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے ان کے پیش نظر یہ پارٹی خارجیوں کی ایک شاخ "فرقہ باطنیہ" میں سے ہے۔ یہ جماعت بھی فرقہ صابریہ کی طرح ہے اور فاسد و باطل عقائد رکھتی ہے۔ اس کو بڑی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ انتہا پسندوں کی یہ جماعت باطنی نظریات کی حامل فیطینیوں اور صیہونیوں کی آلہ کار ہے جس کا مقصد مسلمانوں میں گمراہ عقائد پھیلا کر دین سے دور کرنا، شعائر اسلام سے انحراف اور تخریبی عمل کے ذریعہ بدامنی پھیلانا ہے۔

ان کے افکار و عقائد جو ظاہر ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) پوری دنیا پر خدا کی حکومت (خلافت) ہونا چاہئے۔

(۲) جب تک دنیا میں خلافت نہ ہو شعائر اسلام اور جہاد، نماز پڑھنا ضروری نہیں بلکہ اعمال اور موجب گناہ ہیں۔ امر و نواہی کا نفاذ خلیفہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔

(۳) جو لوگ اس نظریہ کو نہیں مانتے وہ سب کافر ہیں اور موجب قتل ہیں۔ کم سے کم اس کے مستحق ہیں کہ ان سے قطع تعلق کر لیا جائے۔

(۴) مسلمانوں کے ذریعہ چلنے والے سارے اسلامی کام، تعلیمی نظام اور سیاسی و سماجی پروگرام فسق و فجور ہیں۔ چنانچہ اسی فاسد نظریہ کی بنیاد پر پارٹی نے بہت سے طلباء و طالبات کو تعلیم سے الگ کر دیا۔

احمد مصطفیٰ شکری کا اقرار: گرفتاری سے پہلے اس انتہا پسند پارٹی کے سیاہ و سفید لیڈر احمد مصطفیٰ شکری نے جن باتوں کا اقرار کیا تھا وہ یہ کہ:

(۱) جماعت التکفیر والھجرۃ کا امیر میں ہی ہوں۔

(۲) میں خدا کی زمین پر خدا کا خلیفہ (نائب) ہوں۔

(۳) دنیا میں امر و نواہی کا نفاذ صرف خلیفہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔

(۴) ہماری پارٹی کے ممبران ہی خدا کے مومن بندے اور اس کے لشکری ہیں۔

(۵) ہم ہی اسلام کو دوبارہ نافذ کرنے اور زندہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

(۶) ہمارا ایجنڈا لوگوں پر ہی سے ہو سکتا ہے۔ جبکہ طاقت کا استعمال ضروری ہے۔

اس نے یہ بھی اقرار کیا کہ ڈاکٹر ذہبی کے اغوا اور قتل کا منصوبہ پہلے سے طے تھا ہم نے ہم ماہ دو لاکھ ڈالر کا مطالبہ کیا تھا تاکہ اس رقم سے [illegible] اور ہماری پارٹی کے ان ممبروں کی مدد کر سکیں جو تیرہ ماہ کی [illegible] مالی بحران میں ہیں۔

ڈاکٹر حسین ذہبی کا قصور: ڈاکٹر حسین ذہبی کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے [illegible] انتہا پسند جماعت کے خلاف [illegible] [illegible] جماعت کے [illegible] [illegible] [illegible] کی [illegible] سے [illegible] ہے۔

[illegible]

سید نایاب حسین (فضیلت دوم)

مسیحیت اور اُس کے خدوخال

مسیحیت کی تاریخ انقلابات، تغیرات، نت نئے رجحانات، عملی اور علمی تبدیلیوں کی بھاں ایک مضحکہ خیز کہانی ہے، دریا یہ تاریخ عبرتناک، دلدوز اور المناک ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مسیحیت کا وجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود سے ہوا لیکن یہاں پر حقیقت تاریخ کے خلاف ہے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی تائید بھی اس کو حاصل نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسولوں میں ایک رسول تھے اور بنی اسرائیل پیغمبروں میں آخری پیغمبر ان کے پیغام اور گذشتہ انبیاء کے پیغام میں کوئی منافات، تضاد اور اختلاف نہ تھا۔

پھر کیا ہوا، حقائق کو کس طرح مسخ کیا گیا، تاریخ کے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا، دین میں نئے نظریات، افلاطونی فلسفہ، رومی افکار، اور دوسرے اسکندریہ کے خیالات کس نے داخل کیے، یہ ایک سوال ہے جس سے مسیحی علماء تاویلات، تشریحات اور بیجا تفسیروں کے ذریعہ جدا ہونا چاہتے ہیں لیکن کچھ دوسرے محقق مسیحی علماء ایسے ہیں جو کلیسا اور پادریان کلیسا کی مبہم پراسرار الجھنوں کا پردہ چاک کرتے ہیں اور جنہیں تاریخ کی حقائق کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تاریخ کو نہ جھٹلاؤ۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ جو مسیحیت آج ہمارے سامنے ہے اس کا بانی سینٹ پولس ہے اور اس کا آخری نقشہ قسطنطین اعظم نے ۳۲۵ء میں ہونے والی نیقیہ کی کونسل میں تیار کیا۔

انجیل برنابا جو سب سے زیادہ قدیم سب سے زیادہ معتبر اور اسی بنا پر غلط اور من گھڑت عقائد و افکار پر تنقید کرنے والی ہے ۲۹۲ء میں پوپ گلاسیس نے اس کو منسوخ قرار دیدیا، اس برنابا کی انجیل میں جس نے لوقا کے بیان کے مطابق کہیں پچ کر اس کی قیمت رسولوں کے قدموں کے نیچے رکھ دی تھی، اسی نے لوقا کا رسولوں سے شاگردوں سے تعارف کرایا، اور جس نے پولس کی حمایت کی، مرقس جس کا بھانجہ تھا

اور بھانجہ بھی تھا، اس کی انجیل کا ایک قدیم نسخہ جب آسٹریلیا کے ایک شاہی کتب خانہ سے برآمد ہوا، تو مسیحی پوپوں، پادریوں اور بشپوں نے تاریخ کی تحریف کرکے یہ ناجائز کوشش کی کہ برنابا کی لکھی ہوئی کتاب کسی مسلمان کے سر تھوپا جائے اور پھر اس تحریف پر دور از کار شواہد و دلائل پیش کیے گئے۔

یقیناً مسیح علیہ السلام کی شخصیت ابتدا یا انتہا معجزات کا پیکر ہے، ان کو دار پر جانے تک ہجانے کا واقعہ یقیناً انوکھا اور کچھ پراسرار واقعہ ہے، لیکن حیرت اس پر ہے کہ فلسفہ و حکمت کے مرکز سے اوہام و خرافات پرستی، تمثیلات اور غیر معقول باتوں پر ایمان کو کیونکر وجود میں لایا گیا جس سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کا اجراء کیا گیا۔ یہی مسیح کی شخصیت پر مسلسل فلسفیانہ رنگ چڑھایا، جس میں فلسفہ صرف ترجمہ کرتا تھا، اور جذبات تخیل کے ستون تیار کرتے تھے۔

۳۲۵ء میں نیقیہ کی کونسل منعقد ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیحیت کی تاریخ میں اور مسیحیت کو ایک نیا رخ دینے میں اس نے فیصلہ کن پارٹ ادا کیا، اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ یہیں تیار کیا گیا، الوہیت کا ڈھنڈورا یہیں پیٹا گیا، عقائد کو نئی شکل یہیں دی گئی، مقدس صحیفوں پر تنقید یہیں لگائی گئی، اور یہاں سے مسیحیت اور نصرانیت نے اپنے حقیقی معنی بھی ختم کیا۔

ایک طرف فرقوں، طبقوں، اور مختلف مذہبی گروہوں کے مسیحی علماء میں عقائد کے اندر اختلافات کا وہ دنگل قائم تھا جس کی بنا پر آئے دن کونسلیں منعقد کی جاتی تھیں اور دین کو ارباب من دون اللہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تماشا بنا رکھا تھا۔ دوسری طرف ۳۰۰ء سے ۱۵۰۰ء تک مظالم مسیحیت پر مظالم کے سخت دور بھی آتے رہے، جس کی بنا پر مسیح علیہ السلام سے لے کر آج تک کبھی مسیحیت میں تسلسل اور ٹھہراؤ نہ رہا۔ نت نئے تغیرات کا ہر جدید دور جدید ہوا کرتا تھا۔

دوسری طرف مورخین کے نزدیک اناجیل اربعہ (انجیل متی، انجیل یوحنا، انجیل مرقس، انجیل لوقا) جن پر مسیحیت کی بنیاد استوار کی گئی، تاریخی استناد سے یکسر عاری ہیں، علماء مسیحیت بھی ان اناجیل میں پائے جانے والے تضاد، اختلاف اور ٹکراؤ کو دیکھ کر کبھی کبھی کہہ گئے کہ ان کے انتساب کی صداقت مشکوک ہے، اور پھر جب کلیسائی پنجہ نے قرون وسطیٰ میں عوام کو جکڑا اور اوہام و خرافات کی حکمرانی شروع ہوئی، تو کچھ حق کے متلاشی چہرے، اور باغی ہو گئے انہیں میں ایک فرقہ بھی تھا جس نے کھلے کلیسا کی مخالفت کی اور اس مخالفت کے نتیجہ میں پروٹسٹنٹ فرقہ کا وجود ہوا، جس نے آزادی دی اور کلیسا کی موٹی دیواروں کو توڑ دیا۔

یہ ایک حقیقت بن چکی تھی کہ مسیحیت تاریخی حقائق کی روشنی میں محض ایک افسانہ اور ایک کہنہ دین کی یادگار ہے آگے کچھ نہیں، اس لئے

محقق مسیحی علماء مسلمان بھی ہوئے جنہوں نے اس کو نقلی قرار دیا کہنے لگے۔

" مسیحیت سے ہمارا مراد وہ ہے جو حضرت مسیح کی تعلیمات اور ان کی تصریحات پر مبنی ہے نہ کہ وہ جو ان کے کلام اور سیرت میں بعد کے اضافے اور تاویلیں ہیں۔"

فرانسیسی مصور " موسیو ایتین دینیہ " نے ۱۹۲۷ء میں اپنے اسلام کا اعلان کیا، وہ کہتے ہیں:۔

" وہ انجیل جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی اور ان کی قوم کی زبان میں بھیجا تھا اس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں اور وہ ضائع اور گم شدہ چیز ہے اور اب اس کا کوئی اثر نشان بھی نہیں رہ گیا ہے۔"

بقیہ صفحہ ۶ نورانی کمبلی پوش

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے قبل حق پرستی اور سچائی شاید کسی کھنڈر کی تصویر تھی اور صداقت شاید کسی بھولی ہوئی بات تھی لیکن آپ آئے یاد اور محبت اور کھویا ہوا، انبیاء اور انسانیت کو حیات بخش پیغام دیا، دیتے گئے وہ مرد کو ان کے بے گھروں سے ناواقف تھے انہیں باہم ایک دوسرے کے قریب لایا گیا، اور بنی آدم کے دل نزدیک سے محبت کرنے لگے۔ زندگی کے جو مراکز تھے انہیں سے کینہ بغض نکال کر محبت اور آشتی کا مرکز بنا کر حق سے خدا پرستی انسانیت دوستی کی دعوت جاری کی گئی۔ فطرت کی آواز دبانے والوں کے ہونٹوں سے بانسری جیسی لَے کی بانسریاں کو آزاد نہیں کیا گیا بلکہ تحریر بدل دیا گیا اور نفرت کے بجائے محبت کا نغمہ سنایا گیا، نغمہ دل کو تحریر کا بات بن گئی، کشمکش ختم ہوئی، پرانی منطق کا موقف کردی گئی اور عبد و معبود کے درمیان موجود کا پردہ نادرستہ اللہ میں ہر قائم ہو گیا ہے خدا عوام کو خدا مل گیا اور یہ سب کچھ اسی وقت ہوا جب ہی برحق عام انسانوں کو مل گیا۔

آدمی اور خدا کے درمیان میثاق محبت کی تجدید ہو گئی۔ انسانی ارکان روح کی سو کبھی کھینچ دی، بیاں کردیا کر آج کے رحمت کی ایسی گھٹا جو نہیں دیکھی گئی۔ روحانی ماحول میں نور ربانی شریعت، عطیات و حسنات، زندگی کی ابدیت، مفتاح ذکر اللہ، عشق الٰہی کی خلش، سوز و محبت، انسانیت، شکراور

دین حق کی خوشبو ہمارے جسم اور روح راستہ حق، ترو تازہ ایمان بانشاط اور حق کی چاندنی سے آدم کا سارا کنبہ مستفیض ہوا۔ فیض عام کچھ ایسا کھلا ہوا ہے کہ آج بھی کسی پر پابندی نہیں۔ بس جب بھی کوئی طالب کتاب ہدایت کھول کر پڑھ جائے۔ سمجھ پائے گا۔

لیکن ہاں اس نعمت ابدی باقی کو پانے کے لئے بنی آدم کو کچھ آزمائشوں میں سے بھی گزرنا ہوگا۔ آدمیت کی کشتی سخت بھنور میں ڈالے گئے یا طوفان کا شکار ہوگا۔ طاغوتی عناصر پھر دنیا ایک بازیگر ہوگی۔ مومن کچھ بے آرام ہوگا۔ طاغوتی طاقتیں مومن کو دبانے کے لئے دل کھا بیٹھے گی مگر یہ بھی نہ ہوگا کہ مومن نصرت اللہ سے محروم ہو۔ بلکہ زور کا نور کا چمک اٹھے گا۔ قوت جہانگیری کی طرح آسمانی ایسی طاقت کا حصول مومن کو ہو جائے گا۔ چلتی ہوئی تلواروں کے بیچ مومن سلامت سے گذر جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ نقطہ نظام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پکا پیروکار ہو جیسا بھی کو لازم ہے۔

منی آرڈر کوپن پر پتہ صاف اور خوشخط تحریر کریں نیز حوالہ خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ (مینیجر)

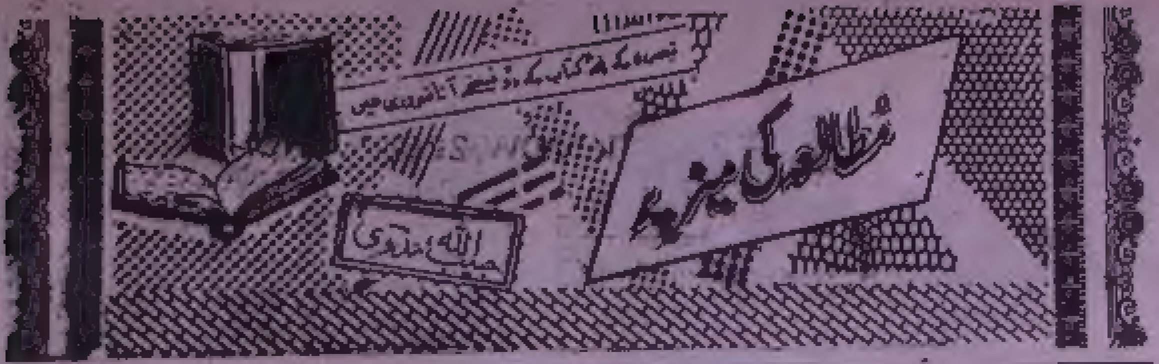

تاریخ میلاد: مؤلفہ حافظ حکیم عبدالشکور صاحب مرزاپوری مرحوم
تقطیع متوسط — صفحات ۲۰۶ — قیمت پانچ روپے
ناشر: کتب خانہ الفرقان - ۳۱ نیا گاؤں مغربی۔ لکھنؤ

جو فروعی اور غیر ضروری مسائل مسلمانوں کے باہمی جدال و نزاع اور مناظرہ و مباحثہ کا موضوع بنے ہوئے ہیں اور جن کے رد و اثبات میں علماء کی بہترین صلاحیتیں اور وقت صرف ہو رہے ہیں، انھیں مسائل میں ایک مسئلہ "میلاد" اور بوقت ذکر ولادت "قیام" کا بھی ہے۔ علماء سے لیکر عوام تک اس میں اُلجھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے لوگ دوسرے لوگوں کے نزدیک یہ باعث گناہ اور ناجائز ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "تاریخ میلاد" اسی مسئلہ کی توضیح و تنقیح کے لئے آج سے نصف صدی پہلے جناب مولوی حکیم عبدالشکور صاحب مرزاپوری نے لکھی تھی اور کتب خانہ الفرقان سے شائع ہوئی تھی۔ اب نظر ثانی کے بعد اس کا دوسرا مجلد اڈیشن خوبصورت ٹائٹل کیساتھ شائع ہوا ہے۔

کتاب چار عنوانوں "میلاد، مجلس میلاد میں ترقیاں و تبدیلیاں، قیام، قیام میں تبدیلیاں و ترقیاں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ جس میں تفصیل سے میلاد و قیام کی تاریخ اس کی ابتداء، ابتداء کے اسباب و عوامل، موجد و مروج کی شخصیت اور ان لوگوں کے حالات، عہد بعہد اس میں ترقی و تبدیلی، نئے نئے افکار و عقائد کی آمیزش، مختلف زمانوں اور ملکوں میں علماء کی اس کے بارے میں رائیں اور فتاوے۔ اور میلاد و قیام کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ نفس میلاد یا نفس قیام میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ اس سے متعلق طریقے، رسوم، اسباب، نظریات، عقائد اور متبعین و مجوزین کے غلو اور مشرکانہ خیالات و افکار کی وجہ سے یقیناً اب یہ عمل باطل اور باعث گناہ۔

خاتمہ میں مصنف نے تجزیہ کرتے ہوئے اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ میلاد کا یکسر خاتمہ ممکن نہیں، اس طرح عوام کو اس باب میں شتر بے مہار چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کی بھر پور اصلاح کر دی جائے۔

کتاب وقیع، جامع اور اپنے موضوع میں مکمل ہے۔ خلوص اور نیک خواہشات کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ جدلی و مناظرانہ اسلوب سے پرہیز کیا گیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں کافی وسیع مضامین اور مواد جمع کر دیے گئے ہیں، ترتیب و تجزیہ عالمانہ اور عمدہ ہے جس سے معاملہ کا حقیقی روپ اور صحیح رخ سامنے آتا ہے۔

طباعت ناقص ہے اور جگہ جگہ سے حروف مٹے ہوئے ہیں۔

وصایا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی۔ مرتبہ: مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی
تقطیع متوسط — صفحات: ۵۲ — قیمت: ایک روپیہ ۲۵ پیسے کتابت طباعت اوسط
ناشر: کتب خانہ الفرقان - ۳۱ نیا گاؤں مغربی۔ لکھنؤ

شیخ شہاب الدین سہروردی، چھٹی صدی ہجری کے ایک عارف باللہ، کامل بزرگ، شیخ الشیوخ اور عالم ربانی تھے۔ اپنے وقت کے امام طریقت، پیشوائے راہ سلوک اور تصوف کے سلسلۂ سہروردیہ کے بانی و سالار قافلہ تھے۔ تصوف کے علوم و معارف اور طریقت کے رموز و نکات پر آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ خصوصاً "عوارف المعارف" آج سالکین کے لئے قندیل رہبری ہے۔

زیر نظر کتاب، انھیں بزرگ کے نصائح کا مجموعہ ہے، یہ وہ وصایا ہیں جو انھوں نے مختلف اوقات میں متعدد لوگوں کو لکھے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے ملفوظات کے کچھ اقتباسات آخر کتاب میں درج ہیں، کتاب کی ابتداء میں مختصر حالات زندگی بتائے گئے ہیں۔

یہ وصایا تقویٰ، استقامت، احتساب نفس، توبہ و تقرب الی اللہ، ذکر، حسن ادب، حقوق العباد اور ذکر و مراقبہ کے مضامین پر مشتمل ہیں ساتھ ہی سالک کے لئے ہدایات درج کی گئی ہیں اور اس کے فرائض کی تلقین کی گئی ہے۔ ان وصایا میں بڑی دل آویزی اور کشش، سوز دروں اور بلند خیالیاں ہیں، یہ بلا کسی تامل راہ محبت کے لئے بہترین زاد راہ اور مسلمانوں کیلئے راہ عمل ہیں۔

نام کتاب: ابن الفارض — مصنف: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ
صفحات: ۲۲۵ — کاغذ و طباعت معیاری ٹائپ پر
ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

یوں تو فارسی کے مقابلہ میں عربی صوفیانہ شاعری کم ہے۔ لیکن جو ہے وہ معتد بہ ہے مگر اُردو میں اس پر کام نہیں کے برابر ہے۔ بلکہ اس موضوع پر کسی مستقل کتاب سے تو اردو کا دامن خالی رہا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس فن کے صاحب کمال شہسواروں کا تعارف کرایا جائے اور عربی کی صوفیانہ شاعری کو اردو داں حضرات تک پہنچایا جائے۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب نے اس کی طرف توجہ کی اور زیر نظر کتاب اسی کمی کو پوری کرنے کے لئے لکھی۔ یہ بلاشبہ عربی صوفیانہ شاعری کو اردو میں منتقل کرنے کی طرف ایک مستحسن اقدام ہے۔

یہ کتاب ساتویں صدی ہجری کے ایک باکمال بزرگ، عربی صوفی شاعر شیخ شرف الدین عمر بن الفارض کی سوانح زندگی، اور ان کی صوفیانہ شاعری و نظریات کی تشریح و توضیح ہے۔ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے ابتدائی دو ابواب میں شیخ کے حالات زندگی اور اخلاق و عادات بیان کئے گئے ہیں۔ تیسرا، چوتھا اور پانچواں باب ان کی شاعری، شاعرانہ خصوصیات اور کلام کے موضوعات و مباحث سے متعلق ہے۔ چھٹے باب میں ان کے صوفیانہ افکار و احوال کی تشریح و توضیح ہے۔ کتاب کے شروع میں پروفیسر عبدالعلیم صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا پیش لفظ ہے۔

شیخ ابن الفارض کا زمانہ عربی تصوف کے ارتقاء کا زمانہ تھا۔ اس دور میں مشہور صوفی شیخ ابن العربی بھی تھے جو تصوف کے امام و مقتدیٰ تصور کئے جانے لگے تھے۔ ان کے علوم تصوف اور صوفیانہ نظریات و افکار پر کئی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ دونوں شیوخ میں ملاقات ثابت نہیں ہے۔ شیخ ابن الفارض کا شمار مصر کے مشائخ کبار میں ہوتا ہے، وہ صاحب دل صوفی، صاحب حال بزرگ اور کامل ولی اللہ ہونے کے ساتھ ایک باکمال و قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ انہوں نے اپنے احوال و کیفیات اور صوفیانہ نظریات و خیالات کی تعبیر کے لئے شعر کی زبان کو اختیار کیا۔ عربی صوفیانہ شاعری میں شیخ کی حیثیت بہت ممتاز ہے وہ صرف اپنے عہد کے امام تھے بلکہ ان کو عربی تصوف کے شاعر اعظم ہونے کا فخر حاصل ہے۔ عربی میں ان کا وہی مرتبہ ہے جو فارسی میں رومی و عطار کا ہے۔

کتاب میں زیادہ تر بحث شیخ کی شاعری اور تصوف پر ہے۔ ان کے کلام کی روشنی میں متعدد موضوعات اور عنوانات پر الگ الگ کلام کیا گیا ہے۔ زبان و بیان عمدہ و معیاری ہے۔ اردو داں طبقے کے لئے عربی صوفیانہ شاعری سے تعارف کے لئے ایک مستحسن اقدام اور کامیاب کوشش ہے۔ اشعار کی ترجمانی میں ترجمہ کے ساتھ جگہ جگہ اردو شاعری اور اساتذہ کے کلام سے استشہاد کیا گیا ہے جس سے کتاب کی افادیت اور خوبی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

پرنٹر پبلشر، مسٹر سید محمد حسنی نے بے کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس حولی میں طبع کرا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

مُحسنِ انسانیت نے فرمایا

انسان بڑی مشکل سے کامل انسان بنتا ہے اس کو ضائع کر دینا صرف ایک قوم کا نقصان نہیں بلکہ عالمِ انسانیت کا نقصان ہے

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما الناس کالابل المائۃ لا تکاد تجد فیہا راحلۃ۔ متفق علیہ

(حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے سو اونٹ کہ ان میں سواری کے لئے بمشکل ایک ملتا ہے (یعنی سب لوگ ہونے کو ہیں مگر جو انسانیت کے کام کے)

شرح: تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اسلام سے قبل انسان کی کوئی قیمت نہ تھی، جنگ و جدال، خونریزی و خون ریزی جو ان کے قابل فخر اور باعث افتخار کارنامے تھے، ان کے نزدیک کسی قابل قدر انسان کو ذرا سی بات پر قتل کر ڈالنا بھی اس کی بڑی قدر دانی تھی، چنانچہ خوشی اور میلوں میں جب کبھی وہ اپنے بڑے کارنامے بیان کرتے تو انہی انسانیت سوز حرکات کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ وہ کس طرح عورت تو اس کا وجود ہی ان کے عقیدہ میں باعث ننگ و عار تھا حتیٰ کہ ایک شفیق باپ اپنی لختِ جگر لڑکی کو اپنے ہاتھوں سے جب تک زندہ درگور نہ کر لیتا اس وقت تک اطمینان کے سانس نہ لیتا تھا لیکن جب اسلام آیا تو اس نے انسان کو انسان کی قیمت سے پہلی بار روشناس کرایا۔

اب ذرا سوچئے کہ اوپر کیا ہے اور سند کتنا کٹھن ہے لیکن آنحضرت کا طرز تعبیر کتنا موثر اور دلوں میں اتر جانے والا تھا، یہ کہ تم اونٹ کی قیمت تو جانتے ہی ہو اس پر بھی کبھی غور کیا کہ [illegible] کٹ رہے ہیں، حالانکہ ایک سانڈنی کی قیمت جاننے والا تم سے بڑھ کر اور کون ہوگا، [illegible] عام انسان اونٹوں سے کم نہیں۔ اور جو ان میں قابل افراد ہیں وہ ایک سانڈنی کی قیمت سے کم نہیں۔ جس طرح ایک سانڈنی سینکڑوں اونٹوں میں بمشکل دستیاب ہوتی ہے اسی طرح ایک قابل انسان کہیں مدتوں میں جا کر کوئی بنتا ہے اس کی قدر دانی کرنی انسانیت کا فرض ہے اور معمولی بات پر اس کو قتل کر ڈالنا یہ شرف نہیں انسانیت پر بدنما داغ ہے۔

ایک مرتبہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بہتر انسان کون ہے؟ آپ نے جو جواب اس کا ارشاد فرمایا، وہ گو بہت سادہ تھا مگر فلسفیانہ بھی تھا مختصر الفاظ میں آپ کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ انسانوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے سونے چاندی کی کانوں کی، جو کان سے جو سونا برآمد ہوتا ہے صاف ہونے کے بعد وہی بڑھیا نکلتا ہے اسی طرح اس کا عکس، تم اپنے انسانوں کو قیاس کر لو کہ اسلام میں سب سے زیادہ بہتر وہی ہے جو زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر شمار ہوتا تھا۔ اسی لئے آپ کی دعا یہ تھی کہ الٰہی اسلام کو عزت دے یا عمر کو اسلام کی توفیق بخش دے یا ابوجہل کو، اب آگے یہ کام قدرت کا تھا کہ وہ اس سعادت کے لئے کس کا انتخاب کرتی ہے۔

چنانچہ اس کے بعد عنقریب ہی وہ دعا حضرت عمرؓ کے لئے مستجاب ہوئی اور سب کو معلوم ہے کہ اس کے بعد فوراً اسلام کے ضعف و ناتوانی کا نقشہ کتنا جلد قوت و شوکت کے ساتھ بدل گیا، وہ دنیا جانتی ہے لیکن ان کے علاوہ اسلام کے میدان میں دوسرے شہسواروں کی بھی کمی نہ تھی، خالد بن ولیدؓ، ابو سفیانؓ، عمارؓ اور ان جیسے اور بڑے شاید بھی موجود تھے جو اسلام کو سخت سے سخت نقصانات پہنچا چکے، لیکن کبھی آپ نے ان کا مشورہ بھی نہیں کیا کہ ان کے قتل کے متعلق کوئی بھی سازش تیار کی جائے، نتیجہ یہ نکلا کہ سب قیمتی افراد ایک دن اسلام کے قابل فخر ساتھی بنے اور بڑی بڑی فتوحات کے مالک بنے۔ اس جگہ اس بات کو بھولنا نہیں چاہیے کہ حضرت وحشیؓ کا قصہ ذکر کئے بغیر تو نہیں رکا جا سکتا جنہوں نے ناحق آپ کے چچا حمزہؓ جیسی قیمتی شخصیت کو بڑی بے دردی سے قتل کیا، لیکن اپنے اس محبوب چچا کے انتقام لینے کے لئے بھی آپ نے کسی ارادہ ظاہر نہ فرمایا حتیٰ کہ وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کے دامن میں ان کو بھی پناہ مل گئی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہی تھے جنہوں نے مسیلمہ کذاب جیسی موذی ہستی کو قتل کیا اور وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح زمانہ کفر میں میں نے بہترین شخصیت کو قتل کیا تھا اسی طرح اسلام لانے کے بعد میں نے ایک بدترین شخص کو قتل کر کے اس کی کچھ نہ کچھ تلافی کر دی ہے افراد کا تذکرہ کیا ہے، فتح مکہ کے بعد آپ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جس فیاضانہ طریقہ پر عفو عام کا اعلان کیا اس طرح کی مثال ملنی مشکل ہے، خود آپ کے جان کے جو سب سے تنگ وقت آپ کی زندگی میں آئے اور پر گزرا وہ طائف کا دن تھا جب کہ آپ نے اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف کا اس امید پر رخ کیا کہ شاید وہ آپ کی دعوت کو قبول کر لیں، لیکن انہوں نے جس بے رحمانہ انداز میں آپ کو جواب دیا اس کی امید جاہلوں کو ہو سکتی تھی، اس مایوسی پر ایسی ناکامی پر [illegible] سے جو کو صدمہ آپ کو پہنچا ہوگا اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ آپ کی اس شکستہ دلی کا سامان دیکھ کر عالم بالا سے ان دشمنوں کے نام جو پہاڑوں کے انتظام کے لئے مقرر ہیں یہ پیغام ہوا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو آپ کا حکم ہو اس کی تعمیل کریں، چنانچہ وہ فرشتہ حاضر ہوا اور آداب بجا لا کر اس نے عرض کی کہ حکم ہو تو ان دو پہاڑوں کو جن کے درمیان یہ بستی واقع ہے ملا کر کچل ڈالوں؟

لیکن انسانیت کے اس سب سے بڑے قدر دان نے اس حالت میں بھی جو جواب دیا وہ رحمۃ للعالمین کے سوا کسی سے ممکن نہ تھا، آپ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا مت کرو، کیونکہ عجب نہیں کہ اگر آج نہیں تو کل ان میں کچھ ہو نہ ہو ایسے پیدا ہو جائیں جو اللہ کی توحید کا کلمہ بلند کریں۔

محض زبانی طور پر چند کلمات ادا کر دینا اور بات ہے لیکن اپنے دشمنوں کے ساتھ عملاً اتنی قدر دانی کا سلوک کرنا یہ کم معجزہ نہیں، آپ جانتے تھے کہ اگر قریش جیسے اہل عرب تباہ کر دئے گئے تو پھر اسلام اگر اپنے اطراف و جوانب میں پھیلا بھی تو کیا۔ اور اگر یہ اصحاب شرف اسلام میں داخل ہو گئے تو دوسرے لوگ خود بخود فطری طریقہ پر رام ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔

اسی عفو عام پر آپ کے مشن کی کامیابی کا راز مضمر تھا جس کو تیرہ سو سال بعد بھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے جس کو مسٹر کینیڈی اور مسٹر خروشیف کچھ پہلے دونوں نے مل کر عالم کی بربادی کا آلات تیار کئے لیکن چونکہ ابھی عالم تقدیر میں دنیا کی کچھ عمر باقی تھی اس لئے اچانک یہ بات دماغوں میں پیدا ہوگئی کہ اگر بالفرض دنیا کے اکثر افراد فنا کے گھاٹ اتر گئے تو جزیروں پر حکومت کر کے بھی کیا ہوگا، یہ بات دوسری ہے کہ ایک جماعت نے اس کو مسٹر کینیڈی کے عزم کا نتیجہ سمجھا اور دوسری جماعت نے مسٹر خروشیف کے ہوش و حزم کا، لیکن بانی اسلام تیرہ سو سال قبل اس بات کو اپنے قول و عمل سے واضح فرما چکے تھے۔

کم از کم مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ وہ حدیثوں کو نصیحت اور حقیقت کی نظر سے پڑھتے، تو ان کو کوئی مشکل ایسی نہ تھی جو آسان نہ ہو چکی ہوتی، لیکن اس کا گلہ کس سے کیا جائے کہ وہ دوسروں کی اتباع و محبت میں اتنے ڈوب چکے ہیں کہ اپنے مذہب کی تعلیم کی طرف نظر اٹھانا بھی پسند نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اور علمی چراغ گل ہو گیا

[illegible] کے لئے یہ خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہمارے ضلع [illegible] کی مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا سید محمد ایوب [illegible] کا [illegible] سال کی عمر میں [illegible] بروز [illegible] انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم [illegible] کے باشندہ تھے [illegible] مرحوم نہایت عالم باعمل، نہایت خوش وضع اور باوقار شخصیت کے مالک تھے [illegible] وقت تک لوگوں سے گفتگو کرتے اور ان کو نصیحت کرتے رہے۔

انتقال کی خبر پا کر پورے شہر میں [illegible] ہوگئی۔ نماز جنازہ [illegible] مسجد کے امام جناب مولانا حافظ قاری [illegible] نے پڑھائی، جنازہ میں شرکت کے لئے پورا شہر ٹوٹ پڑا۔ [illegible] شہر کے عام قبرستان میں حضرت مولانا سید عبدالقیوم [illegible] مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحوم کے وارثوں میں صرف ایک صاحبزادہ جناب [illegible] اور [illegible] ہیں۔

قارئین دعا فرمائیں کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Regd No. LW/NP 53

Phone: 229..9 / 2974

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

ایک خصوصی اپیل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی و محترمی!

اس وقت کچھ اہم اور فوری ضروریات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا ہے، جو اس وقت دار العلوم کو درپیش ہیں، ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی کے بعد ذمہ داریاں قدرتی طور پر پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہیں، نہ صرف داخلہ کے خواہشمند طلبہ بلکہ اندرون و بیرون ملک کے مہمانوں کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہے۔

اس کے علاوہ دار العلوم میں نئے شعبوں کا قیام، نئے کاموں کا آغاز، اور نئے دفاتر کے لئے بھی مختلف تعمیری کاموں اور طلبہ کے لئے مناسب اقامتگاہوں کی فوری ضرورت ہے، اور ہماری خواہش ہے کہ یہ کام یا اس کا بڑا حصہ ہمارے دینی بھائیوں کے ہاتھوں انجام پائے اور ہم کو اس سلسلہ میں باہر کی طرف زیادہ نہ دیکھنا پڑے۔ آپ حضرات میں سے جو جشن تعلیمی میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ میں نے اجلاس کے تیسرے روز اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ: "یہ سونے کی چڑیاں اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کی دکانوں پر جائیں گے۔ آپ کے چار آنے اور آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے۔ جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوگی" میں نے یہ بھی کہا تھا کہ: "یہ ہمارے کریم النفس بھائی ہیں اگر یہ کچھ پیش کرتے ہیں تو ہم انکار نہیں کر سکتے۔ یہ خدا کی نعمت ہے، خدا کی نعمت کو ٹھکرا نہیں سکتے، مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم ان کے دست نگر ہیں اور ہمارا طرز عمل بدل جائے گا اور ہم اپنے اس مقام و دعوت کو چھوڑ دیں گے۔ ایسا نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد جو پہلا سفر اب بھی ہوگا اس میں وہی ہمارا لہجہ ہوگا وہی ہماری زبان ہوگی اور وہی ہمارا عقیدہ اور دعوت ہوگی۔"

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دار العلوم قائم کیا گیا ہے یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و افادیت کا اعلان و اظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت۔

اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، افریقہ، سائوتھ افریقہ وغیرہ کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں، ملکی و غیر ملکی طلباء کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے، تقریباً سوا تین سو غیر مستطیع طلباء کے وظائف (اسکالرشپ) پر تقریباً ۲ لاکھ روپئے صرف ہو رہے ہیں۔ حضرات مدرسین و منتظمین کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے، مجموعی مصارف سالانہ علاوہ تعمیرات تقریباً ۵ لاکھ ہیں۔ اس سال جدید طلبہ کے اضافہ کے باعث رہائش گاہ (ہوسٹل) کا مسئلہ سخت پیچیدہ ہوگیا ہے، اس لئے فوری طور پر ایک جدید دار الاقامہ اور اساتذہ کی رہائش گاہوں کی تعمیر کرنا از بس ضروری ہوگیا ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات میں ان اہل خیر حضرات کا بڑا حصہ ہے جو اس اہم کام کو اپنی دینی ضرورت سمجھتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً حسب استطاعت اعانت فرماتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تعاون کو قبول فرمائے۔ اس لئے ہماری گذارش ہے کہ اس وقت تعمیرات کی طرف فوری توجہ فرمائیں اور اپنے ناموں سے یا اپنے مرحوم اعزہ کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے طلبہ کی رہائش گاہیں تعمیر کرائیں، یہ ایک بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ایک جدید دار الاقامہ اور اس سے متعلق ضروری عمارتوں کا نقشہ تیار کرا کے داخل کر دیا گیا ہے اور انشاء اللہ نقشہ کے پاس ہوتے ہی اس کا کام شروع کر دیا جائے گا، اس جدید دار الاقامہ میں طلباء ملکی و غیر ملکی دونوں کی رہائش کا انشاء اللہ معقول انتظام ہوگا۔ اس کی عمارت انشاء اللہ تین منزلہ ہوگی۔ دار الاقامہ کے ایک کمرہ پر دس ہزار روپئے صرف کا تخمینہ ہے، کمرہ ۱۹ بائی ۱۵ فٹ کے ہیں اور ان کے سامنے ۱۹ × ۸ فٹ کا برآمدہ ہے، ہر کمرہ میں چار طلبہ کے رہنے کی گنجائش ہوگی۔ اس کے علاوہ کتب خانہ اور اساتذہ کے رہائشی مکانات وغیرہ کی تعمیر کا انتظام بھی شروع کر دیا ہے۔ (طلبہ کے لئے سہ منزلہ ہوسٹل کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا ہے اس کی پہلی منزل کی تکمیل انشاء اللہ ماہ شوال تک ہو جائے گی)

یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر فلاح و بہبود ان کے اس دین سے وابستہ ہے جس کو لے کر حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مسلمان جس قدر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں گے اور جس قدر دینی کاموں میں دلچسپی اور ہمدردی سے حصہ لیں گے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت و کامیابی کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی توفیقات خاص سے نوازے اور اپنے دین کی نصرت و حمایت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

خاکسار ابو الحسن علی ندوی